بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ پائے احمدِ مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد
دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہاماتِ حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے — تیس روپے
بیرونی ممالک سے — دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد: ۷۱ | یوم چہارشنبہ ۲ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۴ - اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۴

ارشاداتِ حضرت مجدد صدچہاردہم

کامل تبدیلی پیدا کرو تا جماعت کو بدنام کرنیوالے نہ ٹھہرو

" ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں ___ اپنے مخالفوں سے باوجود اُن کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھائے ۔ وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچا عامل ہو - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو جائے ۔ ان میں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور اس میں نیکی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کریگا ۔ وہ یقیناً ان کے سامنے تباہ ہو جائیگا ۔

خدا تعالےٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا - وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی یعنے بنی اسرائیل - جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور خدا تعالےٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے راہِ مستقیم کو چھوڑ دیا ۔ سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کیا - نتیجہ کیا ہوا - وہ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق ہوئی - خدا تعالےٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور اُن کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا ۔ یہاں تک وہ گر گئے کہ انسانیت سے بھی اُن کو خارج کیا گیا ۔

یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے - بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے - اسی طرح یہ قوم جس کو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ خدا تعالےٰ اس پر بڑے بڑے فضل کریگا ۔ لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خدا تعالےٰ سے سچی محبت اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع نہیں کرتا - وہ چھوٹا ہو - یا بڑا - کاٹ ڈالا جائے گا - اور خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا - پس تمہیں چاہیئے کہ کامل تبدیلی پیدا کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو "

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء)

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے ۔۔۔ پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا ۔۔۔ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں ۔۔۔ جب مر گئے تو اسکی طرف کھینچے جاتے ہیں
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی ۔۔۔ دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

نماز انفرادی اور جماعتی ترقی کے علاوہ ایک تیسری ترقی کا راستہ بھی کھولتی ہے

انسان کی ترقی کا دو رنگ میں ہونا ایک امر مسلّم ہے ایک اس کی انفرادی ترقی ہے یعنی فرد واحد ہونے کی حیثیت سے کمال کو حاصل کرنا اور دوسری اس کی اجتماعی ترقی ہے یعنی ایک جماعت یا قوم ہونے کی حیثیت سے ترقی کرنا۔ انسان اس دنیا میں تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ اُسے لازمًا دوسروں کے ساتھ مل کر رہنا ہوتا ہے اس لئے اجتماعی ترقی کے بغیر انفرادی ترقی کوئی قابلِ قدر چیز نہیں اور ترقی یافتہ افراد کے بغیر جماعت کی ترقی "ترقی" کہلانے کی مستحق نہیں جماعت کل کا حکم رکھتی ہے اور افراد اس کے اجزاء ہیں یا جماعت ایک زنجیر کا حکم رکھتی ہے تو افراد اس کی کڑیاں ہیں اگر زنجیر کی کڑیاں کمزور ہیں تو زنجیر کمزور ہوگی اور اگر کڑیاں مضبوط ہیں مگر ان کا باہم ارتباط مضبوط نہیں ایک کڑی دوسری کڑی کے ساتھ ملی ہوئی نہیں یا اُن کا جوڑ کمزور ہے تو بھی زنجیر نکمی ہوگی۔ خواہ کڑیاں الگ الگ کیسی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ اس لئے آج یہ امر تمام دنیا کو مسلم ہے کہ انسان کی ترقی مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وہ دونوں رنگوں میں ترقی نہیں کرتا۔ نماز نہ صرف ان دونوں قسم کی ترقی کے لئے راستہ کھولتی ہے بلکہ وہ ایک تیسرے رنگ کی ترقی کا راستہ بھی کھولتی ہے جسے میں آگے چل کر بیان کروں گا اور یہ تینوں قسم کی ترقی بُری اور پست خواہشات کو دبانے اور اچھی اور بلند خواہشات کو پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

نماز پست خواہشات کو دبانے اور بلند خواہشات کو پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ٭

اس میں شبہ نہیں کہ پست اور بُری خواہشات کو دبانے اور بلند خواہشات انسان میں پیدا کرنے کے اور ذرائع بھی ہیں۔ اچھی تربیت سے اچھی تعلیم سے اچھے ماحول سے بھی ایک حد تک یہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں مگر ادھورے طور پر، نماز وہ ذریعہ ہے جس سے یہ چیزیں اپنے کمال میں حاصل ہوتی ہیں اس لئے کہ نماز میں انسان کے قلب پر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا احساس پیدا ہوتا ہے اس وقت انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے خدا کے سامنے کھڑا ہے اس کے اور اس کے خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حضوری کا پورا احساس انسان کے قلب پر ہو تو اس کی اپنی فطرت اس وقت اپنے اصلی رنگ میں برہنہ ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے اور وہ تمام پردے دور ہو جاتے ہیں جو اس کی اپنی فطرت کے نور کو دبائے ہوئے ہوتے ہیں۔ فطرت انسانی اور اس کے خالق کا باہم ایک زبردست تعلق ہے جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے فاذا سوّیتہٗ ونفخت فیہ من روحی یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک کمال کی حالت پر پہنچایا اور اس میں اپنی رُوح پھونکی اس لئے فطرت انسانی کا نور اپنے کمال میں اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس اس کے قلب پر ظاہر ہو بغیر اس احساس کے فطرت کے نور میں چمک پیدا نہیں ہوتی۔ اور جس قدر یہ احساس زیادہ ہوگا اسی قدر فطرت انسانی کا نور زیادہ روشن ہوگا اور نماز میں یہ احساس اپنے کمال میں پیدا کرنے کے سارے طریقے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ نہ صرف زبان سے انسان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہے اور اس کی بڑائی کے گیت گاتا ہے بلکہ جسم کی مختلف ہیئتیں بھی ان افکار کے مطابق اختیار کرتا ہے اور قال کے ساتھ حال مل کر قلب پر ایک خاص اثر پیدا کرتے ہیں۔

نماز میں سب سے بڑا ذکر:۔ نماز میں وہ ذکر جو سب سے زیادہ دہرایا جاتا ہے اللہ اکبر ہے یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اسی سے نماز شروع ہوتی ہے۔ گویا انسان خدا کے دربار میں داخل ہوتے وقت یہ اقرار کرتا ہے کہ تمام بڑائیاں خدا کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر کسی بڑے آدمی یا امیر یا بادشاہ کے سامنے جانے سے اس کی بڑائی کا احساس انسان کے دل پر پیدا ہو سکتا ہے اور یقینًا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ جو ان سب سے بڑا ہے اس کے سامنے جانے سے یقینًا اس کی عظمت کا احساس انسان کے دل پر پیدا ہوگا پھر جب انسان نماز کے اندر ایک ہیئت کو بدل کر دوسری ہیئت اختیار کرتا ہے کبھی جھکتا ہے اور کبھی انتہائی تذلّل کے طور پر اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے تو ہر مرتبہ یہی آواز اللہ اکبر کی اس کے منہ سے نکلتی ہے اور خدا کی عظمت کا احساس بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے:

نماز سے عظمتِ الٰہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

پہلی دفعہ اللہ اکبر کہنے کے بعد جب انسان دست بستہ کھڑا ہو کر ایک مؤدبانہ حیثیت اختیار کرتا ہے تو پھر اس ذکر سے نماز کو شروع کرتا ہے سبحانك اللّٰھم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدّك ولا الٰہ غیرك۔ اے اللہ تو ہر عیب سے ہر نقص سے پاک ہے اور تجھ میں وہ صفات پائی جاتی ہیں جن سے تو ہی حمد کا مستحق ہے اور تیرا نام بابرکت ہے۔ تجھ ہی سے سب برکتیں دنیا میں پیدا ہوتی ہیں اور تیری بڑائی بہت بلند ہے۔ تیرے سوائے کوئی معبود نہیں۔

قلب انسانی کو خدا تعالےٰ نے ایسا بنایا ہے کہ جس چیز کی عظمت کا اثر اس پر پیدا ہو جائے اس کے خلاف اس میں خیالات ہی پیدا نہیں ہوتے

(بقیہ صدا کالم ۲ پر)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

بر موقع جلسہ سالانہ ۸۳ء مورخہ ۲۵ دسمبر (۱۹۸۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۴ " و اٰتٰکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ط ان الانسان لظلوم کفار" کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ہم نے یہ جلسہ بڑی اُمید و بیم کی حالت میں شروع کیا تھا۔ جلسہ سے قبل کئی دنوں سے میری صحت اچھی نہیں تھی اور مجھے بہت فکر تھی کہ کہیں اس وجہ سے میں جلسہ کی برکات سے محروم نہ رہ جاؤں لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے جلسہ کے پہلے دن سے ہی میرے اس فکر اور غم کو دور کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی ہمیں کئی اور قسم کے تفکرات اور مشکلات درپیش تھیں اس جلسہ کی کامیابی میں کئی قسم کی رکاوٹیں حائل کی جا رہی تھیں۔ جب اس لحاظ سے بھی میں جلسہ کی کامیابی کے متعلق سوچتا تو میرا دل ضرور گھبراتا لیکن ساتھ ہی میں اللہ تعالےٰ کے حضور یہ عرض کرتا کہ " رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعآئک رب شقیا" پھر اس کے بعد میں حضرت نبی کریم صلعم کی یہ دل ہلا دینے والی دعا پڑھتا اور اس میں اپنے ساتھ اپنی جماعت کو بھی شامل کرتا کیونکہ میری جماعت کی حالت میری اپنی حالت سے مختلف نہ تھی۔

" انا البآئس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبی۔ اسئلک مسئلۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر و دعآء من خضعت لک رقبتہٗ وفاضت لک عیناہ ونحل لک جسدہٗ ورغم لک انفہٗ اللّٰھم لا تجعلنی بدعائک شقیاً "

" میں تکلیفوں میں مبتلا۔ تیرا محتاج۔ تجھ سے فریاد کرنے والا۔ تیری پناہ ڈھونڈنے والا۔ تجھ سے خوف کھانے اور ڈرنے والا۔ اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہوں۔ میں تجھ سے ایک بے بس انسان کی طرح سوال کرتا ہوں اور ایک ذلیل گناہگار کی طرح تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں اور تجھے ایک خوفزدہ انسان کی طرح پکارتا ہوں۔ جسے کچھ نظر نہ آتا ہو۔ اور اس کی طرح تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے آگے جھک گئی ہے اور جس کی آنکھیں تیرے آگے اشکبار ہیں اور جس کا جسم تیری تلاش میں گھل گیا ہے اور جس کی ناک تیرے قدموں میں خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ تجھے پکار کر میں بے نصیب یا محروم نہ رہوں۔"

اس دُعا میں حضور صلعم نے جو خیر البشر اور رحمۃ للعلمین ہیں اپنے لئے جو الفاظ استعمال کئے اور اپنی بے انتہا عاجزی اور بے بسی کا اظہار کیا ہے انہیں پڑھ کر انسان کا دل دہل جاتا ہے۔ غرض حضرت زکریا کی دعا، آنحضرت صلعم کی مذکورہ بالا دعا جو بڑی مشکلات میں آپ نے کی۔ اپنے بزرگوں کی دعاؤں اور میری اپنی زندگی میں اللہ نے مجھ پر جو بے انتہا احسانات کئے ہیں اور بڑی بڑی مشکلات میں میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے۔ ان سب کا واسطہ دے کر اس جلسہ کی کامیابی اور اس کے راستہ میں جو رکاوٹیں ڈالی جا رہی تھیں انہیں دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دُعا کرتا رہا۔ اللہ غنی ہے اسی لئے انبیاء کو بھی اپنے مصائب میں دور کرنا مانگنا پڑتا ہے۔ بہرحال اللہ نے ہم پر فضل فرمایا۔ اس جلسہ گاہ کو دیکھیں یہ حاضرین سے بھری ہوئی ہے۔ خواتین نے مجھے بتایا ہے کہ ایسا وقت بھی ہوتا ہے جب مسجد میں نماز کے وقت ان کے لئے جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ہماری انسانی کوششوں سے نہیں ہوا بلکہ اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں یہ تحریک پیدا کی ہے کہ وہ امام وقت کے جلسہ میں جوق در جوق شامل ہو کر اسے بارونق اور کامیاب بنائیں اور اس کی برکات سے اپنی جھولیاں بھر بھر کر واپس جائیں۔ اس جلسہ کے مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد ہی یہ ہے کہ اس میں شامل ہونے والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ روحانی انقلاب پیدا کر دے۔ خواہ وہ وقتی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک دوست نے مجھ سے کہا ہے کہ ہمیں تو ان تین دنوں میں سال بھر کے لئے ایک انجکشن لگ جاتا ہے اور اگلے جلسے تک اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن ان الانسان لظلوم کفار، انسان ناشکرا بھی ہے وہ اللہ تعالےٰ کی بے انتہا نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں آپ سے یہ کہا تھا کہ اس جلسہ کے ان تین چار ایام کو جو آپ نے اللہ کی رضا اور خوشنودی اور اپنی روحانی تربیت اور تقویت کے لئے وقف کئے ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ دنیا کے کاموں سے انقطاع کر کے مرضات اللہ کی خاطر آپ یہاں جمع ہوئے ان ایام کے ایک ایک لمحہ کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ میرے بھائیوں اور بہنوں نے اس مقصد اور غرض کو حتی الوسع پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کیونکہ میں نے مسجد میں بھی اور اس جلسہ گاہ میں بھی ان کی حالتوں کو دیکھا ہے۔ اور ایک خاص بات جو میرے مشاہدے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جلسوں میں ٹی سٹال، بک سٹال اور مسجد کے سامنے سڑک پر لوگ گروہ در گروہ کھڑے رہتے تھے۔ اندر جلسہ ہو رہا ہوتا تھا اور یہ باہر باتوں میں مصروف رہتے تھے لیکن اس دفعہ سوائے اکا دکا آدمی کے جو اپنی ضرورت کی خاطر باہر گیا ہو سب لوگ جلسہ گاہ میں موجود رہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اوقات کا صحیح مصرف کیا ہے۔

مدد ان شاء اللہ آپ کے ساتھ ہوگی۔

آپ نے فرمایا کہ اس وقت جو باتیں میں نے کہی ہیں اگر ان میں آپ کو کوئی صداقت دکھائی دیتی ہے تو ان کو اپنے سامنے رکھ کر اپنا اپنا جائزہ لیں اور خلوص اور ایمانداری کے ساتھ اپنی اس تنظیم کے ساتھ تعاون کرنے کا قصد کریں۔ تنظیم کے دیگر معاملات میں بھی آپ کا ویسا ہی رویہ ہونا چاہیئے جیسا آپ نے مالی قربانی کر کے دکھایا ہے۔ اس سے آپ کی زندگیاں آسودہ اور خوشحال ہو جائیں گی۔ اور ہم بھی بہت سے تفکرات سے آزاد ہو جائیں گے اور اپنی توجہ پورے طور پر اپنے اصلی کام کی طرف دے سکیں گے۔ یہاں جو لوگ بھی اس کام کے لئے بیٹھے ہیں وہ کسی ذریعہ معاش یا روزگار کی تلاش میں یہاں نہیں آئے۔ وہ بڑی قربانیاں کر کے آئے ہیں۔ ہمیں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور ان کی ناقدری نہیں کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کی زبانوں سے ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں جن سے اللہ تعالےٰ ناراض ہوتا ہے اور اس کی ناشکری ہوتی ہے۔ جو کوئی ایسی باتیں کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرتا ہے۔

جلسہ کے متعلق آپ نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بیمار تھا لیکن آپ لوگوں سے مل کر اور اس فضا کو دیکھ کر میرے دل اور روح کو نئی زندگی ملی ہے۔ میں نے آپ کے جوش و جذبہ۔ ولولہ اور سپرٹ اور جماعت کے ساتھ آپ کے پرخلوص تعاون کو دیکھ کر یہ محسوس کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اگر کسی وجہ سے اپنی زندگی پیاری ہے تو وہ اس جماعت کے لئے ہے۔ میں سالہا سال سے اپنے دوستوں کو کہتا آیا ہوں کہ میرے پاس وقت تھوڑا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک میرا وقت کتنا باقی ہے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لیکن اب اگر مجھے زندگی کی ضرورت ہے تو وہ اس جماعت کے لئے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زندگی کے اس حصہ میں میری تھوڑی سی کوشش سے اگر اس قیمتی ورثہ کی جو ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہے حفاظت اور خدمت ہو سکے تو کر جاؤں۔ آپ لوگوں نے مجھے ایسے منصب پر کھڑا کر دیا ہے جس کا میں کبھی خواہش مند نہیں ہوا اور ہمیشہ یہی کہتا آیا ہوں کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں لیکن اب جب آپ نے مجھے اس پر فائز کر دیا ہے تو آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے اس کا اہل ثابت کرے اور مجھے اس خدمت کا موقع دے اور مجھ سے کوئی ایسی غلطی یا خطا سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے مجھے آگے جا کر اللہ تعالےٰ کے سامنے جوابدہ اور آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ میں اللہ تعالےٰ سے ہرگز ایسی حالت میں ملنا نہیں چاہتا کہ وہ میری کسی غلطی کی وجہ سے مجھ سے ناراض اور مجھ پر غضب ناک ہو۔

انسانوں سے ان کی سوچ اور عمل میں غلطی ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ دانستہ ایسی کوئی غلطی نہ کروائے جس سے جماعت کو نقصان ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور میری روح یہ محسوس کرتی ہے اور میرا مشاہدہ مجھے یہ بتاتا ہے کہ میں نے جماعت کے لئے اس نازک ترین لمحہ میں اس جلسہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھے ہیں اور یہ آپ نے بھی یقیناً دیکھے ہوں گے اس لئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں نے بدنیتی سے کوئی کام نہیں کیا۔ اور نہ میری نیت میں کوئی فساد تھا۔ میری عمر اور صحت کے آدمی کو تو کبھی ایسی جرأت اور جسارت نہیں ہو سکتی کہ وہ بدنیتی سے کام لے۔ اور اللہ تعالےٰ کو اپنے اوپر ناراض اور غضبناک کرے کیونکہ مجھے اب اپنا وقت زیادہ دور نظر نہیں آتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے کسی فعل نے میرے بعض بھائیوں کو مجھ سے آزردہ کیا ہے لیکن میں ان سے بھی یہی کہوں گا کہ :- ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
جو کوئی پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے،

یہ حضرت مسیح موعود کے پاک کلمات ہیں اور میں خدا کو حاضر ناظر اور گواہ رکھ کر یہ کہتا ہوں کہ یہ میرے دل کی آواز ہے اور میرے دل میں کسی کے لئے کوئی کیں نہیں۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اللہ مقلب القلوب ہے۔ انسان کا دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے چاہے تو ایک طرف پھیر دے اور چاہے تو دوسری طرف پھیر دے۔ جوں جوں وقت گذرے گا لوگ سمجھ جائیں گے اور یہ جماعت ان شاء اللہ تعالےٰ زندہ رہے گی۔ یہ اللہ کی راہ میں چلنے والا کاروان ہے یہ چلتا رہیگا۔ ہم میں سے ہر ایک نے اس میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اس لئے آپ میں سے ہر ایک فرداً فرداً یہاں سے اس ارادے اور عزم کے ساتھ واپس جائے کہ اس نے اس جماعت کا فرد ہونے کی حیثیت میں اس کی کیا خدمت اور اس کے کاموں میں کیا اور کتنا کردار ادا کرنا ہے۔

آپ نے اپنے اس بیان کے اختتام پر افسر جلسہ سالانہ چوہدری ریاض احمد صاحب اور ان کے معاونین کا جنھوں نے مہمانوں کی خدمت کی اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچایا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ ان کی ان خدمات کو قبول فرمائے اور اس کا اجر دے۔ آپ نے تمام مہمانوں کا بھی شکریہ ادا کیا جنھوں نے اگر ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اسے صبر سے برداشت کیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کل کے اجلاس میں میری طبیعت پر جو اثرات ہوئے میں گھر جا کر بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ یا اللہ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں اور کیا کروں کہ میں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کر سکوں۔ ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کبھی نہیں کر سکو گے۔ اس موقع پر حضرت صاحب کی یہ دعا مجھے بار بار یاد آتی ہے۔

"میرے رب تو نے مجھ سے گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا۔ تو نے میری پردہ پوشی کی اور طرح طرح کی نعمتوں سے مجھے نوازا۔ اللہ تعالےٰ کے احسانات اور انعامات کو کون گن سکتا ہے۔ وہ گناہوں کو دیکھتا اور بخش دیتا ہے۔ وہ ظلم کے بدلے انعام کرتا ہے۔ اس مہربان خدا کا ہم کیسے شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسے الفاظ نہیں کہ ہم اس کا شکریہ ادا کر سکیں۔ آیئے ہم سب

ہاتھ اٹھاکر دعا کے ذریعے اس کا شکر یہ ادا کریں۔ کچھ لوگوں نے دعا کی درخواست بھی کی ہے۔ یہ موقع خصوصیت سے دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے آپ ایک مجاہدہ سے جو آپ نے محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے کیا ہے فارغ ہونے والے ہیں۔ ایسے حالات میں اللہ کی رحمت انسانوں کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے جب کئی سو ہاتھ یا ہزارہا ایک ساتھ اٹھتے اور اللہ تعالےٰ سے کچھ مانگتے ہیں تو ان میں اللہ تعالےٰ کا کوئی نہ کوئی ایسا بندہ ضرور ہوتا ہے جس کی دعا کو وہ قبول کرتا ہے۔ اور اس کی برکت سے وہ باقی سب کی دعاؤں کو بھی قبول کرتا ہے۔ بہت سے دوست بیمار ہیں ان کی شفاء کے لئے بھی دعا کریں میں صبح کی دعاؤں میں بیماروں کی شفا کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ ان دعاؤں میں ساری جماعت میرے مدنظر ہوتی ہے۔ اپنی جماعت کی سرسبزی اور شادابی کے لئے بھی دعا کریں۔

حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ تم میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ یہ شاخیں چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی لیکن جب درخت کے ساتھ ان کا پیوند ہوتا ہے تو وہ سب ہی سرسبز ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان کا تعلق درخت سے ٹوٹ جاتا ہے تو وہ خشک ہو جاتی ہیں۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو برائے نام جماعت میں شامل ہیں لیکن اس کے کاموں میں دلچسپی نہیں رکھتے وہ خشک شاخیں ہیں اور خشک شاخوں کا جو انجام ہوتا ہے وہ بھی آپ جانتے ہیں۔ اس لئے دعا کریں کہ اللہ تمہیں مسیح موعود کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بنائے اور ہم سے راضی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے چند گنتی کے لوگوں کی حقیر سے حقیر کوشش کو بظاہر قبول کر کے ہمیں خوش کر دیا ہے لیکن اللہ تعالےٰ آسمانوں پر اسے قبولیت بخشے اور جن لوگوں نے اس کی کامیابی میں حصہ لیا ہے اللہ تعالےٰ ان پر آسمانوں سے برکات نازل کرے۔ ان کے دین و دنیا کے کام درست کر دے اور ان کی ہر قسم کی مشکلات کو دور کر دے۔ اللهم لا سهل الا ما جعلته سهلا اے اللہ کوئی مشکل بھی آسان نہیں سوائے اس کے جسے تو آسان کر دے۔ آپ اب اپنے دلوں کو حاضر کر کے اپنے دلوں میں اپنے لئے۔ اپنی جماعت اور اسلام کی اشاعت کے لئے دعا کریں۔

عربی زبان میں دعائیں

۱۔ ربّنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبّت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

۲۔ ربّنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ج ربّنا ولا تحمل علینا اصرًا کما حملتہ علی الّذین من قبلنا ج ربّنا ولا تحمّلنا ما لا طاقۃ لنا بہ ج واعف عنّا وقفہ واغفرلنا وقفہ وارحمنا وقفہ انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین

۳۔ ربّنا لا تجعلنا فتنۃً للقوم الظّالمین ہ ونجّنا برحمتک من القوم الکٰفرین۔

۴۔ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لّدنک رحمۃً ج انک انت الوہّاب۔

۵۔ ربّنا اٰتنا من لّدنک رحمۃً وّھیّئ لنا من امرنا رشدًا۔

۶۔ ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار

۷۔ (ربنا) انت ولیّنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغٰفرین۔

۸۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلًا للذین اٰمنوا ربنا انّک رءُوف رحیم۔

۹۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذرّیّتنا قرّۃ اعین وّاجعلنا للمتقین اماما۔

۱۰۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلٰی والدیّ وان اعمل صالحًا ترضٰہ واصلح لی فی ذرّیّتی انی تبت الیک وانی من المسلمین

۱۱۔ اللّھم لا تجعل الدنیا اکبر ھمّنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا

۱۲۔ اللّھم الیک اشکوا ضعف قوّتی وقلّۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت ارحم الراحمین وانت رب المستضعفین

۱۳۔ اللّھم انی اعوذبک من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء

۱۴۔ اللّھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم

۱۵۔ ربّنا تقبّل منا انّک انت السمیع العلیم۔

* * *

اخبارِ احمدیہ :-

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں احباب سلسلہ ارضی وسماوی برکات کے حامل اس وجود مسعود کی صحت وعافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

قارئینِ کرام سے اپیل

اخبار پیغام صلح جو پچھلے اکہتر برس سے آپکی خدمت کرتا چلا آرہا ہے۔ یہ آپکی انجمن کا خصوصی ترجمان اور نقیب آج مالی مشکلات سے دوچار ہے قومی اور خالصتہً دینی اخبار ہونیکی وجہ سے اس کا تمامتر انحصار چندہ خریداری پر ہے روزافزوں گرانی کا اثر اس پر بھی پڑ رہا ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور خرچہ ڈاک کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور ہمارے دیرینہ کرمفرما چندہ خریداری کیطرف توجہ نہیں دیتے آپ سے گذارش ہے کہ اپنے اس دیرینہ خادم کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے (۱) اپنا چندہ خریداری موقعاً جلد از جلد بھجوائیں (۲) نئے خریدار فراہم کریں (۳) صاحب حیثیت احباب عطیات بھجوائیں (۴) مسائل حاضرہ کے حل کرنے کے بارہ میں اپنے افکار مرتب کر کے اشاعت کیلئے (۵) اس اخبار کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ہمیں بھجوائیں۔

حضرت اقدس بتا دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی اس لفظ کا مادہ بھی فرما دیتے تھے سیدنا محمود احمد صاحب ابھی بچے تھے وہ جلسہ کے اندر پھر رہے تھے اور ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے یہ بھی کہا کہ یہ سب الہام ہے۔ والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت صاحب جب خطبہ دے رہے تھے تو مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ

"خود تو میرزا عربی سے نابلد ہے البتہ مولوی نورالدین وغیرہ عربی میں کتابیں لکھ دیتے ہیں اور وہ اپنے نام سے شائع کر دیتا ہے۔"

آکر دیکھیں کہ یہ دونوں مولوی جو علامہ دہر ہیں کس طرح حضرت اقدس کے سامنے طفل مکتب بنے بیٹھے ہیں۔ خطبہ ختم ہوا تو حضرت اقدس سجدۂ شکر میں گر پڑے اور تمام جماعت نے آپ کی اقتدا کی۔ جلسہ ختم ہوا تو والد مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نے جب پہلے دو جملے مقفیٰ فرمائے تو میں ڈرا کہ مقفیٰ عبارت کا التزام تقریر میں قائم رکھنا تو ناممکن ہوگا حضرت اقدس نے فرمایا مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی میرے سامنے سرخ روشنائی میں لکھے ہوئے فقرے آتے جاتے تھے۔ جب وہ فقرے آنے بند ہو گئے میں بیٹھ گیا۔

(۵)

اب حضرت اقدس کو اس کے چھپوانے کی فکر ہوئی۔ حضرت چاہتے تھے کہ یہ بہترین اہتمام سے چھپے۔ شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی تو وہیں تھے یہ فن خطاطی اور کتابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان کے دونوں خط عربی اور اردو لاجواب تھے۔ حضرت کو خیال آیا کہ شیخ صاحب ممدوح کو یہاں ٹھہرا لیا جائے اور ان کو دفتر سے چھٹی دلوائی جائے چنانچہ یہ قرار پایا کہ والد مرحوم حضرت کا سفارشی خط کرنل عبدالمجید صاحب میر منشی (وزیر خارجہ ریاست پٹیالہ) کے نام لے جائیں اور چھٹی منظور کرا کے قادیان فوراً اطلاع دیں اسی قرارداد کے مطابق شیخ صاحب تو قادیان ٹھہر گئے اور والد مرحوم خط لیکر پٹیالہ چلے آئے اور دوسرے ہی دن میر منشی صاحب کے مکان پر چھٹی کی غرض سے گئے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ صاحب ممدوح ریذیڈنٹ صاحب سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گئے ہوئے تھے۔ اب والد مرحوم سے یہ فروگذاشت ہوئی کہ اس امر کی اطلاع قادیان نہ بھیجی۔ غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ چھٹی منظور کرا کے ہی اطلاع دوں گا۔ اس ضمنی اطلاع سے کیا فائدہ؟

قادیان میں جب والد مرحوم کا خط نہ پہنچا تو شیخ صاحب کو خیال ہوا کہ بات یہ تھی کہ شیخ صاحب ادھیڑ عمر کے آدمی۔ قوم کے شیخ رہنے والے یو۔ پی کے عادات و اطوار میں نہایت باقاعدہ اور مقطع وضع کے پابند شرافت، نجابت کے پتلے ہونے کا کھٹکا ہو تو ہم جائیں ادھر جس حاکم سے ان کا پالا پڑا وہ قوم کے راجپوت صدر کے اہلکار۔ نشۂ حکومت میں سرشار، زمانہ کونسل آف ریجنسی کا جس کی حکومت کی گرفت صدر کے اہلکاروں پر نہایت ڈھیلی تھی اس پر میر منشی صاحب ریذیڈنٹ صاحب بہادر کے بڑے یار کہ ان کے بل بوتے پر کونسل سے اپنی من مانی منوانے تھے اور اپنے محکمہ کے خود مختار راجہ بنے بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب کو خیال آیا ہوگا کہ دفتر سے غیر حاضر ہو گیا اگر میر منشی صاحب بگڑ گئے تو اس شیر ببر کی دھاڑ کون سنے گا۔ ممکن ہے کہ ملازمت سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں اس کے ساتھ شیخ صاحب کو اپنی خدمات کا بھی خیال تھا اور پاس ادب سے خاموش تھے مگر ظہر کے وقت جب حضرت مسجد میں تشریف لائے تو شیخ صاحب نے نہایت ادب سے دبی زبان سے اتنا عرض کیا کہ حضور چھٹی کے متعلق خط نہیں آیا۔ حضرت کی فراست تو نور الٰہی سے منور تھی خدا جانے شیخ صاحب کے دلی خیالات ان پر آئینہ ہو گئے فوراً فرمایا کہ ہاں شیخ صاحب میری رائے ہیں آپ فوراً روانہ ہو جائیں نوکری کا معاملہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آجائے۔ یہ سن کر شیخ صاحب تو بعد از نماز ظہر یکے پر سوار ہو کر پٹیالہ روانہ ہو گئے اور والد صاحب مرحوم پھر میر منشی صاحب کی خدمت میں گئے انھوں نے چھٹی منظور کر لی۔ چنانچہ والد مرحوم نے قادیان خط لکھ دیا۔ اب خط قادیان پہنچا اور شیخ صاحب پٹیالہ پہنچ گئے اور صبح دفتر بھی چلے گئے اور تیسرے پہر جب والد سے ملے تو وہ ان کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے اور پوچھا کہ آپ کس طرح آ گئے میں نے تو چھٹی کی اطلاع کر دی تھی۔ انہوں نے فرمایا آپ کا خط نہیں پہنچا تھا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے مجھے فوراً روانہ ہونے کے لئے حکم دیا۔ والد مرحوم کو بڑی تکلیف ہوئی اور شیخ (محمد حسین) صاحب کو قادیان واپس جانے کے لئے کہا مگر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب تو حضرت صاحب نے کوئی اور انتظام کر لیا ہوگا مگر والد صاحب کو افسوس ہوا کہ حضرت صاحب کے دل میں خیال بلکہ ملال ہوگا کہ عجیب ہوشیار آدمی ہے جو یہ معمولی سا کام بھی سرانجام نہ دے سکا آخر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو بڑے الحاح سے معذرت کا خط لکھا جو حضرت صاحب کو سنایا گیا جس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ کوئی تشویش والی بات نہیں۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے والد صاحب کو لکھا کہ:

"بھائی جان! میرا امام ایسا نہیں کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جایا کرے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ نے نہایت وسیع قلب دیا تھا۔

ضرورت ہے کہ ہم بھی اسی قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں

———— * * * ————

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور،

درس قرآن ۔ سبق ۶۴

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ قف وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵)

ترجمہ: "اور سخت غصہ کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۔ اور وہ جو جس وقت وہ برا کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں ۔ اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے ؟ اور جو وہ کر بیٹھیں اس پر اصرار نہیں کرتے درآنحالیکہ وہ جانتے ہوں۔"

پچھلے درس میں میں نے عرض کیا تھا کہ ہر متقی انسان کو دو جنتوں کا قرآن نے وعدہ فرمایا ہے ۔ ایک تو وہ جنت جو عالم ظاہر میں اگلے جہان میں ملے گی اور دوسرے دل کی جنت جو اسی دنیا میں اُسے عطا ہوتی ہے ۔ اور آخرت میں بھی اس کے ساتھ جاتی ہے ۔ دل کی جنت کو پانے یا پاکر نہ کھو دینے کے کچھ راز قرآن حکیم نے کھولے ہیں ۔ پچھلے درس میں میں نے بالتفصیل بتایا تھا کہ ساری دنیا دن رات دولت کمانے میں لگی ہوئی ہے مگر یہ دولت کی طلب ھل من مزید کا رنگ اختیار کر لیتی ہے یعنے اور، اور، اور کی ہوس آگ کی طرح انسان کے دل میں بھڑکنے لگتی ہے ۔ اس کا علاج دوسرے مذاہب نے دنیا کو چھوڑ کر راہب یا نن یا سادھو یا بھکشو بن جانا بتایا مگر اگر ساری دنیا اس پر عمل کرنے لگ جائے تو تمام انسانی تگ و دو، تمام انسانی ترقیات اور محنت اور جفاکشی جیسی اعلےٰ صفات ختم ہو جائیں ۔ بلکہ شادی بیاہ نہ کرنے سے نسل انسانی ایک نسل میں ہی ختم ہو جائے ۔ اس لئے یہ تعلیم ناقابلِ عمل ہے۔ اسلام نے دولت کو حلال طریقوں سے کمانا جائز کیا مگر دولت کو صرف اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے لئے خرچ کرنے سے جو حیوانی سطح ہے کہ ہر حیوان صرف اپنے اور اپنے بیوی بچوں کی فکر کرتا ہے انسان کو اٹھا کر خدائی صفت میں رنگین کرنا چاہا ہے کہ وہ وہ دوسروں کو دے اور اعلےٰ کاموں پر خرچ کرے جن کی تفصیل قرآن کریم نے دوسری جگہوں میں دی ہے ۔ تو خدا کے رستہ میں ہر حالت میں یعنے امیری ہو یا غریبی خرچ کرنے سے انسان کے دل میں بجائے ھل من مزید کی ہوس اور طمع اور لالچ کی آگوں کے جنت کی ٹھنڈک اور خوشی پیدا ہو جاتی ہے ۔ گویا دولت کما کر اور خدا کی راہ میں خرچ کر کے انسان دل کی جنت بھی کما لیتا ہے ۔ آج کی پہلی آیت میں ایک اور بات اسی دل کی جنت کو پانے اور قائم رکھنے کی بتائی ۔ فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس ؕ واللہ یحب المحسنین یعنے متقی سخت غصہ کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ویسے تو تمام جذبات اور خواہشات آگ کا رنگ رکھتی ہیں مگر غصہ کی نسبت انہیں دبانا آسان ہوتا ہے ۔ رسول اللہ صلعم نے کیا احسان کیا کہ ہمیں خبر دی کہ غضب جہنم کی آگ کے شعلوں میں سے ہے اور کسے تجربہ نہیں کہ غیظ و غضب آگ کے شعلہ کی طرح بھڑکتا ہے اور اس وقت انسان اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور گالی گلوچ، مار کٹائی ۔ قتل و خون تک پر اُتر آتا ہے ۔ نہ بھی ظاہر ہو تو جذبۂ انتقام انسان کو کھولاتا رہتا ہے ۔ تمام لڑائی جھگڑے، قطع تعلقات جن میں طلاق بھی شامل ہے ۔ جنگ و جدل اسی غصہ کے بے قابو ہو جانے سے ہوتے ہیں ۔ آج کل کی سائنس PSYCHIATRY (علم النفس) نے کہا ہے کہ غصہ کو دبانا نہیں چاہیئے بلکہ اس وقت جو جی میں آئے کر گذرنا چاہیئے ۔ کیا لغو مشورہ ہے ۔ کہ مندرجہ بالا تمام بُرے نتائج اس طرح پیدا ہوتے ہیں اور غصہ ٹھنڈا ہونے کی بجائے انسان کے لئے ظاہری و باطنی مصائب اور دکھوں کے خارجی جہنم کا رنگ اختیار کر لیتا ہے ۔ جس طرح ظاہری آگ کو فوراً نہ بجھا دیا جائے تو وہ بھڑک اٹھتی اور پھیل کر سخت نقصان کرتی ہے اسی طرح غصہ کی آگ کو فوراً قابو میں نہ لایا جائے تو وہ بھڑکتی اور پھیلتی ہے ۔ اسی حقیقت کو قرآن حکیم کی سورت الھمزۃ ۱۰۴ میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کی آگ شروع میں تو انسانوں کے دلوں پر ظاہر ہوتی ہے بعد میں وہ عالم ظاہر میں بھڑک کر لمبے لمبے ستونوں کیطرح انسانوں کے اوپر چھا جاتی ہے ۔ چند سیکنڈ کے غصہ کو فوراً نہ بجھا دیا جائے تو وہ باہر نکل کر لمبی لمبی مدتوں کے عذابوں کو انسان کے دل پر حاوی کر دیتی ہے ۔

یہ آج کل کے غلط خیالات کا ہی اثر ہے کہ انسان کی زندگی جہنم بنی ہوئی ہے ۔ میں اس میں ذرہ تفصیل سے جانا چاہتا ہوں تاکہ سننے یا پڑھنے والوں کے ذریعہ یہ بات پھیلے کہ غصہ کا اصل علاج وہی ہے جو قرآن حکیم نے بتایا ہے ۔ دیکھ لیجیئے دنیا میں سب میں پہلا اور سب میں نزدیک رشتہ ماں باپ اور اولاد کا ہوتا ہے ۔ ان کی بے پناہ محبت و شفقت اور کبھی نہ ختم ہونے والے احسانات کیوجہ سے چاہیئے تو یہ تھا کہ اولاد ان کے پاؤں دھو دھو کر پیئے مگر آج کل دیکھ لیجیئے کہ تمام

لڑکے لڑکیاں اور نوجوان اپنے ماں باپ سے اکثر ناراض و نالاں رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کی وجہ "جنریشن گیپ" ہے یعنے والدین اور اولاد کی عمروں میں اور مزاجوں میں فرق۔ تو بھائی یہ فرق کوئی آج تو پیدا نہیں ہوا۔ یہ تو ہمیشہ سے تھا۔ اور ہمیشہ ماں باپ کی باتیں یا روکنا ٹوکنا یا عادات اُن کی اولاد کو بُری لگا کرتی تھیں۔ مگر پہلے مذہب کا تھوڑا بہت بلکہ کافی اثر ہوتا تھا جو کہ ماں باپ کی عزت اور ان کی تربیت یعنے روکنے ٹوکنے کو اچھا بناتا تھا۔ اور کچھ خدا کا خوف بھی لوگوں کے دلوں میں ہوتا تھا۔ اب نہ مذہب رہا نہ خدا پر ایمان اور آجکل کے عالم نفسیات غصہ کو اچھی طرح نکالنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اولادیں ماں باپ سے ناراض، باغی بلکہ اُن کی دشمنی تک پر اُتر آتی ہیں اور قتل تک کر دیتی ہیں۔ اسی طرح ماں باپ بھی اپنے غصہ کو نہیں دباتے اور اولاد سے بدسلوکی اور مار پیٹ کرتے ہیں۔ الغرض یہ محبت اور راحت کا رشتہ آج کل دونوں فریق کے لئے دُکھ اور درد کا رشتہ بن گیا ہے

دوسرا نزدیک ترین رشتہ اور عمر بھر کا ساتھ میاں بیوی کا ہے ان کے مزاجوں میں فرق ہمیشہ سے تھا۔ پہلے سہہ لیتے تھے۔ اب مغربی تہذیب نے انسان کے باطنی حیوان کو ایسا بے لگام کیا ہوا ہے کہ سہنا تو کیا دن رات کے جھگڑے اور جو تم پیزار اور طلاق تم طلاق عام ہو گئے ہیں لازمی بات ہے کہ دن رات کے ساتھ میں اور مزاجوں کے فرق کیوجہ سے ایک دُوسرے کی باتیں بُری لگیں اور غصہ آئے۔ حیوان کو غصہ آئے تو وہ اُسے پینا نہیں جانتا۔ مغربی تہذیب نے انسان کی حیوانیت کو بے لگام کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ میاں بیوی میں دن رات کے جھگڑے عام ہو جانا لازمی تھا۔

گھر میں میاں بیوی کے علاوہ مالک اور نوکر کا رشتہ بھی ہوتا ہے پہلے نوکر مالک کی بات بُری لگے تو سہہ جاتے تھے اب نہیں سہتے اور فوراً غصہ میں آکر بدزبانی اور گستاخی کرنے لگتے ہیں، نوٹس دیتے بلکہ قتل تک کر دیتے ہیں۔ یہی حال فیکٹریوں، دفتروں، دکانوں اور زراعت کے نوکروں اور مالکوں کا ہے۔ ان کے تعلقات سخت خراب ہیں۔ اور ہڑتالیں اور ہر قسم کی خرابیاں عام ہو رہی ہیں۔ یہ وہی حیوانیت کا بے لگام ہو جانا ہے جو اس زمانہ میں عام ہو رہا ہے اور حیوان اپنا غصہ دبانا نہیں جانتا۔ اس کا علاج صرف قرآن میں ہے کہ غصہ کو دباؤ۔ رسول اللہ صلعم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اصل پہلوان وہ نہیں جو کہ اکھاڑے میں دوسرے پہلوان کو گرا لے۔ بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصہ آنے پر اُسے دبا لے۔ وہ نفس امّارہ سے کشتی ہوتی ہے۔ ایک اور موقعہ پر حضور صلعم نے فرمایا کہ جسے غصہ آئے اور وہ اُسے دبا لے اور اگلے کو معاف کر دے تو اللہ تعالےٰ اس کے پیٹ کو امن اور ایمان سے بھر دیتا ہے۔ اسی بات کو آج کی آیت میں قرآن نے بھی فرمایا ہے کہ نہ صرف غصہ کو دباؤ بلکہ اگلے کو معاف بھی کر دو۔

یہ کیا پُر حکمت بات ہے۔ انسان اپنے غصہ کو دبائے تو بھی اس کا دل جلتا اور کھولتا رہتا ہے۔ مگر اگلے کو معاف کر دے تو وہ آگ بالکل بجھ جاتی ہے۔ اور اگر اگلے پر احسان بھی کرے جس کا ذکر آج کی آیت میں ہے تو دل میں وہ ٹھنڈک اور راحت پیدا ہوتی ہے کہ وہ واقعی جنت ہوتی ہے۔

کیا یہ تعلیم ناقابلِ عمل ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تعلیم وہ اعلےٰ خدائی صفات سکھاتی ہے جن کا مظاہرہ اللہ تعالےٰ دن رات فرماتا ہے۔ دنیا میں اور انسانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا وہ خدا کو سخت غصہ نہیں دلاتا؟ مثلاً شرک عام ہے اور شرک سے جو غصہ خدا کو آتا ہے اس کا کچھ تجربہ اُن خاوندوں کو ہوتا ہے جن کی بیویاں دوسرے مردوں کو ان کا شریک بنا لیتی ہیں۔ پھر دہریت کو کمیونزم نے کس قدر عام کر دیا ہے۔ جن ملکوں میں کمیونزم نہیں وہاں بھی دہریت عام ہو رہی ہے اور یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ یا تو خُدا تھا ہی نہیں یا تھا تو نعوذ باللہ اب مر گیا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی اور بے ادبی کی باتیں ہو سکتی ہیں جو خدا کو غصہ دلائیں؟ کیا ہر قسم کے گناہ اور بدیاں اور ناپاکیاں جو خدا کی آنکھوں کے آگے ہو رہی ہیں وہ خدا کو غصہ نہیں دلاتیں؟ ضرور دلاتی ہیں۔ مگر وہ اپنے غصہ کو دباتا اور لوگوں کو ہر آن معاف کرتا رہتا ہے جیسا کہ قرآن نے فرمایا و یعفوا عن کثیر یعنے خدا تو بہت معاف فرماتا ہے۔ صرف اتنا نہیں بلکہ وہ انسانوں پر احسان پہ احسان کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ اپنی نعمتوں کو مشرکوں دہریوں، گناہ گاروں، بدکاروں، کو بھی دیتا چلا جاتا ہے مشہور واقعہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے۔ آپ ہر شام کسی مسافر کو گھر لا کر اُسے کھانا کھلاتے اور ٹھہراتے تھے۔ ایک شام جو مسافر وہ گھر لائے وہ جب کھانا کھانے لگا تو اس نے خدا کا نام نہیں لیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے پوچھنے پر وہ کہنے لگا کہ میں کسی خدا وُدا کو نہیں مانتا۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس قدر غصہ آیا کہ انہوں نے اس آدمی کو گھر سے نکال دیا۔ تو آپ پر وحی آئی کہ ابراہیم اس شخص نے ساری عمر میرا انکار کیا اور مجھے بُرا بھلا کہا بلکہ اوروں کو بھی دہریہ بنانے کی کوششوں میں لگا رہا مگر میں نے تو کبھی اس کا رزق اس پر بند نہیں کیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ دوڑے گئے اور اس مسافر سے معافی مانگ کر اسے واپس لائے اور اُسے کھانا کھلایا۔ یہی تخلقوا با خلاق اللہ ہے یعنے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ جس کا حکم رسول اللہ صلعم نے دیا ہے۔ یہی اللہ کے رنگ کو اختیار کرنا ہے جس کی تعلیم قرآن پاک نے ہمیں دی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کون غصہ کو ضبط کرتا ہے۔ معاف کرتا اور احسان کرتا رہتا ہے؟

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انہی اعلےٰ صفات کا نمونہ تھی۔ اتنے واقعات ہیں کہ گننے لگوں تو کبھی ختم نہ ہوں۔ دو بڑے واقعات کا ذکر کافی ہوگا۔ جنگِ اُحد میں دشمنوں کے تیروں، تلواروں

اور پتھروں کی بوچھاڑ سے حضور صلعم زخمی ہو کر گر گئے تو ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم ان کے لئے بد دعا کریں۔ حضورؐ نے بد دعا تو کیا کرنی تھی دعا دی کہ اے اللہ میری قوم کو معاف فرما کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ یعنے حضورؐ نے اپنے غصہ کو نہ صرف دبایا اور دشمن کو معاف کیا بلکہ اس پر احسان کیا کہ اللہ کی جناب میں اس کی شفاعت کی۔

اسی طرح فتح مکہ کے وقت بیس سال کے ظلم و ستم، قتل و غارت اور ایذاؤں کے بدلہ لینے کا پورا موقع تھا۔ وہ خونخوار بھیڑیے آپؐ کے آگے کھڑے تھے جنہوں نے آپؐ کے ساتھیوں کو سخت سے سخت ایذائیں، خود حضور صلعم کو بھی دیں۔ ساتھیوں کو کبھی قتل کیا یا عمر بھر کے لئے زخموں سے ناکارہ کیا۔ اور خود حضور صلعم کو بھی بیس سال قتل کرنے کی کوشش کرتے رہے حضور صلعم کے چچا ابو حمزہ کو شہید کروا کے ان کا کلیجہ حضورؐ کی آنکھوں کے آگے چبانے والی عورت بھی سامنے تھی۔ وہ سفاک جس نے حضور صلعم کی حاملہ صاحبزادی کو اونٹ پر برچھا مار کر شہید کیا تھا اب اس کی بھی سزا کا وقت تھا، مگر حضور نے کس قدر زبردست اپنے غصہ کو دبانے، معاف کرنے اور احسان کرنے کا ثبوت دیا کہ فرمایا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ سب کو بخش دیا۔

یہ وہ اعلےٰ مقام ہے جس پر اللہ اور اس کا رسول خود ہیں اور اسی کی تعلیم وہ ہم کو دیتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جس پر انسان آپس کی ہر دم کی بدمزگیوں اور رنجشوں اور غصوں سے نجات پا کر دل کی وہ جنت پا سکتا ہے جو نہ صرف اس کی اس زندگی کو اصلی راحت و ٹھنڈک بخشتی ہے بلکہ انسان کی اگلی زندگی کی جنت کی بھی راہ بتاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

***

آپ کے عطیات کا بہترین مصرف
محمد علی میموریل فری ڈسپنسری

دارالسلام ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

حسب معمول دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے جہاں ایک تجربہ کار ہمدرد خلیق اور کوالیفائڈ ڈاکٹر روزانہ مریضوں کو (ماسوائے جمعہ) دیکھتے ہیں۔

دارالسلام کے علاوہ قرب و جوار کے مریض بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دکھی انسانیت کی یہ خدمت اور علاج معالجہ کی سہولت مفت مہیا کرنا آپ کے عطیات کی بدولت ہی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیے۔

عطیات بھجوانے کا پتہ

(چوہدری) ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ

دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

بقیہ: نماز انفرادی اور جماعتی ترقی کے علاوہ -----

جن لوگوں کے دلوں پر اپنے پیر کی عظمت کا اثر ہوتا ہے وہ پیر کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت خدا کے حکم کے خلاف کریں گے مگر پیر کے حکم کے خلاف نہیں کریں گے جن پر کسی حاکم کی عظمت کا کوئی اثر ہوتا ہے وہ حاکم کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ اسلام نے عبادت کا وہ طریق سکھایا ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی عظمت کا اثر دل پر ہو۔ ظاہری ہیئت کے لحاظ سے بھی کہ کبھی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے کبھی جھکتا ہے کبھی سجدہ میں گر جاتا ہے کبھی مودب ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اذکار بھی ایسے رکھے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کی عظمت کا اثر دل پر ہو۔ پھر نماز کو دن رات میں پانچ اوقات پر تقسیم کر کے اس احساس عظمت الٰہی کو بار بار انسان کے قلب پر وارد کرتا ہے۔ انسان کسی کام میں لگ جاتا ہے اس کو اس شغل سے ہٹا کر ذکر الٰہی کی طرف لانے میں یہ حکمت ہے کہ تا جب اس اثر کو لے کر پھر کام کی طرف لوٹے تو اس کے دل پر اسوقت بھی عظمت الٰہی کا احساس ہو۔

انفرادی ترقی اجتماعی ترقی پر مقدم ہے

اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں میں نے کہا تھا کہ نماز انفرادی اور اجتماعی ترقی دونوں کے لئے راہیں کھولتی ہے مگر نماز میں انفرادی ترقی کو اجتماعی ترقی پر مقدم کیا ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس قلب پر وارد کرنے کے بعد نماز کی ابتداء اس امر سے کی ہے کہ انسان کی انفرادی ترقی شروع کہاں سے ہوتی ہے اور ختم اس بات پر کیا ہے کہ انفرادی ترقی کا کمال کیا ہے اور نماز کے عین درمیان میں جب انسان رکوع اور سجدے میں انتہائی تذلل کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس حالت میں بھی انفرادی عظمت اور علو کے حصول کا رستہ ہی بتاتا ہے۔ انفرادی ترقی کو اس قدر اہمیت دینا کئی وجوہ سے ہے اول انسان کی پیدائش کی اصل غرض اس کے انفرادی کمال سے ہی حاصل ہوتی ہے وہ غرض لقاء ہے اور اللہ سے ملنے کا تعلق صرف انسان کی اپنی ذات سے ہے اللہ کو ملنے یا اللہ کو پانے کے لئے اجتماع کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں نیک اعمال کا فائدہ سب سے پہلے انسان کے اپنے نفس کو پہنچتا ہے اور بد اعمال کی سزا بھی سب سے پہلے اس کے اپنے نفس کو پہنچتی ہے جو انسان خود کوشش نہیں کرتا وہ کسی دوسرے کے سہارے سے کسی بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتا اور جب انسان پر کوئی سزا وارد ہو تو کوئی دوسرا اسے بچا نہیں سکتا۔ اسی لئے قیامت کے دن کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ اس وقت نہ بیوی کام آئے گی نہ ماں نہ باپ نہ اولاد نہ دولت۔ انسان کی پہلی ذمہ داری عند اللہ اس کی ذاتی ذمہ داری ہے۔

*** (حضرت امیر مولانا محمد علیؒ)

ارشاد باری تعالیٰ:

"اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں"

* دوئم: والدین سے حسن سلوک:

خداتعالیٰ کے زندگی دیئے جانے کے بعد والدین ہی ہیں جو بچپن، لڑکپن اور جوانی تک بچے کو پرورش کرنے اور اس کے لئے اپنی جان سے بڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اولاد کو ان سے اس سے بڑھ کر حسن سلوک کرنا چاہیئے جو انہوں نے اس کے لئے روا رکھا تھا جیسا کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ والدین کو اُف تک کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:۔

"حضور صلعم سے دریافت کیا گیا کہ خداتعالیٰ کو سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے آپ نے فرمایا وقت پر نماز کا ادا کرنا پوچھا گیا اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ والدین سے نیکی کرنا۔ پوچھا گیا اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا خداتعالیٰ کے رستہ میں جہاد"

* سوئم: بھوک کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا:

کسی انسانی جان کا لینا اور بغیر کسی وجہ کے کسی کو ایذا یا قتل تک پہنچا دینا سخت جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور گو اس میں قبل از اسلام عربوں کا بچوں کو زندہ درگور کرنا بھی مراد ہے۔ مگر اس کو اگر وسیع معنوں میں لیا جاوے تو اولاد کو غلط راستوں پہ چلنے کی اجازت دینا۔ تعلیم اور تربیت سے محروم رکھنا بھی انہیں قتل کر دینے کے مترادف ہے۔ اور اس کے تحت ہی کسی زندگی کو اس کی پیدائش سے قبل موت کی نیند سلا دینا بھی آتا ہے جس کا "مہذب" ملکوں میں بہت رواج ہو گیا ہے۔ اور چلتے چلتے یہ وبا ہمارے ملکوں کی طرف بھی آ رہی ہے اور بچوں کا پیدا نہ ہونا یا کم سے کم بچے ہونا ایک فیشن بنتا چلا جا رہا ہے جبکہ اس جگہ خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "نحن نرزقکم وایاھم"

"ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کے لئے بھی ہم ہی انتظام کرینگے"

* چہارم: فواحش سے دور رہنا: اس جگہ خاص طور پر ظاہر اور باطن دونوں قسم کی برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کے قلب پر بھی ہر دم نگاہ رکھتا ہے اور نیتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اس لئے کوئی عمل بھی اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور فواحش یعنی فحش امور کیا ہیں اس سے متعلق حضور سرور کائنات نے ایک ہی اصول بیان فرمایا ہے کہ

"اپنے نفس سے فتویٰ مانگ"

دل جس کی بنیاد الٰہی فطرت پر ہے وہ ہی صحیح رائے دے سکتا ہے کہ برا کیا ہے اور اچھا کیا ہے اور دل باضمیر کی گواہی سے بڑھ کر اور کوئی گواہی نہیں ہے۔

* پنجم: یتیموں کے مالوں کو ہڑپ کرنا:

وہ بچے جو ابھی جوانی کی عمر کو نہ پہنچے ہوں اور یتیم ہوں تو کسی منصب سے فائدہ اٹھا کر ان کے اموال میں دست اندازی کرنا اور ان کا ناجائز استعمال کرنا اسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کہا ہے۔ جیسے فرمایا:

"یقیناً وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم کی راہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے"

چونکہ خداتعالیٰ خود امین ہے اس کا رسولؐ امین ہے وہ سب مومنوں کو امین دیکھنا چاہتا ہے اور وہ نہیں پسند کرتا کہ اس پر ایمان لانے والے کمزوروں اور بے سہاروں پر ظلم کریں۔

* ششم: عدل اور انصاف کا دامن تھامنا

انسان اپنے اعمال۔ افعال۔ حرکات وسکنات سب میں عدل کرنے کا پابند ہے۔ چاہے بول رہا ہو۔ چاہے کوئی کام کر رہا ہو انصاف اور عدالت کا ساتھ نہ چھوٹے تب وہ مومن کہلاتا ہے۔ انسان لیتے وقت اپنے حقوق پورے مانگتا ہے مگر جب دینے کا وقت آ جائے یا دینے والے مقام پر متعین ہو جائے تو اس سے انحراف کرتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

"ہلاکت ہے کم تولنے والوں پر کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کے لئے تولتے ہیں تو کم تولتے ہیں"

اور جیسے ارشاد فرمایا ہے:

"دوسروں کے ساتھ وہ سلوک روا نہ رکھو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے"

* عدل اپنے اندر بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ انصاف زندگی کے ہر موڑ پر کرے تب جا کر صحیح منصف کہلاتا ہے۔ کیا پیار سے فرمایا ہے۔

"اور جب تم بات کرو تو انصاف سے کرو خواہ جس کے متعلق کہہ رہے ہوں تمہارا قریبی ہی کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے کہا گیا عہد پورا کرو"

بعض لوگ ایسے مواقع پر نیوٹرل رہنا پسند کرتے ہیں اور سچی بات یا سچی گواہی کو پردہ اخفا میں رکھ کر انصاف کا خون کر رہے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے بھی حکم ہے کہ وہ عدالت سے تعاون کریں۔ اور انصاف کے قیام میں بھرپور مدد کریں۔ فرمایا:

"اور سچی گواہی کو پردۂ اخفا میں مت رکھو اور جو صداقت کو چھپاتا ہے وہ اپنے دل سے گناہ کر رہا ہوتا ہے"

(البقرۃ: ۲۸۳)

اور فرمایا:

"اور نہ انکار کریں گواہی دینے والے جب ان کو طلب کیا جاوے"

——— * * * ———

باہتمام الحجرہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۴۔اپریل ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۔

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۰
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۰۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہامات حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

جلد: ۷۱ | یوم چہارشنبہ ۹ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۵

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے ظہور کیلئے دعا کی بہت ضرورت ہے

اس لئے اس پر ہمیشہ کمربستہ رہو اور کبھی مت تھکو۔

اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانے کے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ اس میں جس قدر توکل اور یقین اللہ تعالیٰ پر کرے گا اور اس راہ میں نہ تھکنے والا قدم رکھے گا اسی قدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملیں گے۔ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔ اور دعا کرنے والا تقویٰ کے اعلیٰ محل پر پہنچ جائیگا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہو سکتا۔ نفسانی جذبات پر محض خدا کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور بالخصوص ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دعا کی بے قدری نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہیئے

دعا خدا تعالےٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔

واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہہ دو کہ وہ بہت ہی قریب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں۔

یہ جواب کبھی رؤیا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف و الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔

غرض دعا بڑی دولت ہے اور قرآن شریف میں جابجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنھوں نے دعا کے ذریعہ اپنی مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جائیگا۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۶۷)

"جماعت احمدیہ لاہور کو انتباہ"

ایک صاحب جنھوں نے اپنی کسی خاص مجبوری کی وجہ سے اپنا نام "پیغام صلح" میں شائع کرانا مناسب نہیں سمجھا مدیر پیغام صلح کو اپنے خط میں "جماعت احمدیہ لاہور کو انتباہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

آپ کو شاید معلوم نہ ہو اس لئے میں آپ کی خدمت میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ آجکل مخالف لوگوں کی طرف سے تو پروپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ انہیں مرتد قرار دے کر سزا دی جائے اور انہیں شعائر اسلامی پر عمل کرنے سے منع کرنے کے لئے حکومت قانون بنائے کیونکہ اس طرح لوگ ان کو مسلمان سمجھ کر دھوکے میں آجاتے ہیں وغیرہ لیکن جو قابل افسوس بات میرے علم میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ آجکل جماعت ربوہ کے مربی صاحبان جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے احباب خاص طور پر نوجوانوں کے پاس پہنچ کر بڑی سرگرمی کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ آپ کی جماعت تو بہت تھوڑی بلکہ نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ راولپنڈی اور سیالکوٹ کی جماعتیں آپ سے علیحدہ ہو گئی ہیں۔ آپ کے اور ہمارے عقائد میں بھی دراصل کوئی فرق نہیں ہے۔ جماعت لاہور تو مولوی محمد علی صاحبؒ نے بنائی تھی کہ ان کو خلیفہ نہیں بنایا گیا تھا اور خلیفہ ثانی میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کو ساری جماعتوں نے اپنا خلیفہ مان لیا تھا۔ اس لئے اب آپ کو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ مل جائیں ہماری تعداد زیادہ ہے اور دن بدن بڑھ رہی ہے ہمارے ہاں تنظیم ہے۔ باہر ہمارے بے شمار مشن کام کر رہے ہیں۔ ہمارے جلسوں میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں باہر کے ملکوں سے بھی لوگ بڑی تعداد میں آتے ہیں وغیرہ اب اس قلیل جماعت کو کثیر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔"

وہ دوست اور نوجوان جو اپنی جماعت کے عقائد۔ موقف اور جماعت قادیان (ربوہ) سے علیحدگی کے اسباب سے ناواقف ہیں یا اس بارے میں بہت کم علم رکھتے ہیں ان کا ان باتوں سے متاثر ہو جانا اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جانا غیر ممکن نہیں۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ آپ بطور مدیر پیغام صلح ان واقعات پر روشنی ڈالیں تاکہ جماعت ربوہ کے اس زہریلے پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیا جا سکے ورنہ بہت نقصان ہو گا۔

گستاخی معاف۔ اپنا مؤقف دوسرے لوگوں کے سامنے نہ پیش کرنے کی وجہ سے ہمیں پہلے بھی بہت نقصان پہنچ چکا ہے ہمیں لوگ جماعت ربوہ کی ہی ایک شاخ سمجھتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جماعت ربوہ سے جو لوگ آکر ہماری جماعت میں شامل ہوتے رہے ہیں ان میں سے بعض نے جہاں تک مجھے علم ہے خلیفہ ربوہ کی بیعت فسخ کر کے جماعت لاہور کے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پیغام صلح میں یہ اعلان شائع کرایا ہے کہ میں جماعت ربوہ کے عقائد سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کو درست سمجھتے ہوئے اس جماعت میں بیعت کے ذریعے شامل ہوتا ہوں۔ ان کے عقائد وہی رہے ہیں اور انہی عقائد کا پرچار ہماری جماعت کے اندر ہوتا رہا ہے۔ جماعت ربوہ کے مربی یہ جانتے ہیں اسی لئے ان کو یہ جرأت ہوتی ہے کہ وہ ہماری جماعت کے لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کے دل و دماغ میں وسوسہ اندازی کریں اور اس طرح نقب زنی سے کام لیں۔

ہم کیوں علیحدہ ہوئے اس کے متعلق میں اپنی معلومات کے مطابق کچھ عرض کر دیتا ہوں تفصیل کے ساتھ لکھنا آپ کا کام ہے۔ اور یہ وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ کیونکہ جماعت ربوہ ہمارے وجود کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھ چکی ہے کہ ہمارے عقائد کھوکھلے ہیں جنھیں وہ ہر قدم پر بدلتی رہی ہے اس طرح جماعت لاہور کے عقائد درست ثابت ہو رہے ہیں۔ اگر جماعت لاہور ہم میں ضم ہو جائے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ ہمارے عقائد ٹھیک ہیں اور لاہور والوں کے غلط ہیں ورنہ وہ کیوں اپنے عقائد چھوڑ کر ہم میں شامل ہوتے۔ وہ اب عقائد کے لحاظ سے ایک شکست خوردہ جماعت ہے اور اپنی اس شکست کو فتح میں بدلنا چاہتی ہے۔ ہمیں ان حیلوں اور ہتھکنڈوں سے واقف ہونا چاہیئے۔

ہماری جماعت کے جو دوست اس سے بے خبر ہیں کہ ہم قادیانی جماعت سے کیوں الگ ہوئے وہ "مجاہد کبیر" اور "حقیقت اختلاف" کا مطالعہ کریں ان کو معلوم ہو جائیگا کہ واقعات کیا تھے اور آیا ایسی صورت میں ہمارے بزرگوں نے جو قدم اٹھایا وہ درست تھا یا نہیں۔

جو ربوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ ہمارے اور ان کے عقائد میں بڑا واضح اختلاف ہے ایک اختلاف یہ ہے کہ وہ حضرت صاحب کی طرف ان کے اپنے دعاوی کے خلاف دعوائے نبوت منسوب کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ تمام اہل قبلہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ میں صرف ایک دو حوالے ہی پیش کروں گا۔ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا جماعت کے اہل علم کا کام ہے۔

نبوت حضرت صاحب کے متعلق

۱۔ "جس تعریف کو آپ محدثیت کی تعریف خیال کرتے تھے وہ درحقیقت نبوت کی تعریف تھی تو آپ نے اپنے محدث ہونے سے انکار کر دیا اور نبی ہونے کا اعلان کیا۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۲۸)

۲۔ "حضرت مسیح موعود محدثیت کی جزوی نبوت سے اوپر کسی اور نبوت کے مدعی تھے۔" (حقیقۃ النبوت ص ۲۳۵)

یہ حجت جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم حضرت صاحب کی کتاب

جسٹس محمد تقی عثمانی کی انجسٹس

اسلام پر کسی ایک شخص یا طبقہ کی اجارہ داری نہیں ہے یہ اللہ کا دین ہے جو چاہے اسے قبول کر سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی قانون یا دستور اسے اپنا دین کہنے اور اس پر عمل کرنے سے نہیں روک سکتا۔ (مدیر اعزازی)

جناب جسٹس محمد تقی عثمانی کا ایک مضمون بعنوان "دستوری ترمیم کے قانونی تقاضے" روزنامہ جنگ لاہور میں شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

۱۔ "صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ماضی قریب میں..... کراچی منعقدہ ایک تقریب میں..... کہا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے ہر دعویدار کو بشمول مرزا غلام احمد قادیانی کافر بلکہ کافر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں اور جو شخص ایسے مدعی نبوت کو نبی رسول مجدد یا اپنا دینی رہنما تسلیم کرے اُسے بھی کافر قرار دیتا ہوں۔ کسی شخص کو اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑیں کھودنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی... ختم نبوت اسلام کا ایسا عقیدہ ہے اور کسی کو اس بنیادی عقیدے سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

۲۔ "دراصل مسئلہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً دس سال پہلے ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی نے دستوری طور پر قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اعتراف تھا جو دلائل اور براہین کی روشنی میں پہلے ثابت ہو چکی تھی۔ اس وقت پیش نظر یہ تھا..... کہ اس دستوری ترمیم کی بنیاد پر متعدد قوانین بھی بنائے جائیں گے.....

چنانچہ پیش نظر یہ تھا کہ ان بننے ہوئے قوانین کے ذریعے اسلام اور قادیانیت کے درمیان التباس کے ہر راستے کو بند کر دیا جائے گا اور ... قادیانیوں کی طرف سے اسلامی اصلاحات (دراصل یہاں لفظ اصطلاحات ہونا چاہیئے) کے استعمال اور مسلمانوں کے درمیان اپنے عقائد کی تبلیغ کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے گا وغیرہ ..... قادیانیوں کی طرف سے کھلم کھلا اسلام اور اس کے شعائر و مصطلحات کا بے دھڑک استعمال کر کے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔"

۳۔ تحریک احمدیت کے اسلام کے ساتھ رشتے کے متعلق حضرت مولنا محمد علی کے ایک انگریزی مضمون میں سے ایک فقرہ کاٹ کر لکھتے ہیں:

"THE AHMADIYYA MOVEMENT STANDS IN THE SAME RELATION TO ISLAM IN WHICH CHRISTIANITY (STOOD) TO JUDAISM"

(ان کے مضمون میں لفظ STOOD نہیں ہے اس لئے ہم نے اسے خطوط کے اندر رکھا ہے)

"یعنی تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔" (مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیانی صفحہ ۲۴)

اب ہم جسٹس موصوف کے ان عالمانہ۔ فاضلانہ اور فقیہانہ ارشادات کا قرآن کریم۔ حدیث اور حضرت صاحب کی تحریرات کی روشنی میں ایک ایک کر کے تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے قارئین پر یہ واضح ہو سکے کہ جب لوگ ہمارے خلاف کچھ کہنے اور لکھنے پر آتے ہیں تو وہ کس طرح قرآن کریم کے اس حکم کو بھی اپنے تعصب اور دشمنی کی وجہ سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون

"اور اگر کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو"

اور باوجود اپنے آپ کو پکے مسلمان اور متقی سمجھنے کے اس ارشاد ربانی کو کہ "اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو" عداوت میں اندھے ہو جانے کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے اور اللہ کی گرفت سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔

۱۔ اسلام کے بنیادی عقائد قرآن کے رو سے

(ا)۔ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰهم ینفقون ــــ والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك ج وبالآخرة هم یوقنون ۃ (البقرہ ۳-۴)

ب:۔ آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون کل آمن بالله وملٰئکته وکتبه ورسله (البقرة ۲۸۵)

حدیث کے مطابق بنیادی عقائد

(ا):۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:-

"بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان۔

ب: جب حضور صلعم سے یہ سوال کیا گیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ نے فرمایا

ان تؤمن بالله وملٰئکته وبلقائه ورسله وتؤمن

بالبعث "

اور جب اسی کے ساتھ آپ سے سوال کیا گیا کہ اسلام کیا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا :

"الاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ وتقیم الصلوٰۃ و تؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان ۔

قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے ان ارشادات سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلعم کی رسالت ۔ فرشتوں ۔ تمام رسولوں اور کتب الٰہی اور یوم آخرت پر ایمان اور نماز قائم کرنا ۔ رمضان میں روزے رکھنا ۔ زکوٰۃ اور حج ادا کرنا اسلام کے بنیادی عقائد اور فرائض ہیں ۔

جہاں تک آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کا تعلق ہے اس کے متعلق قرآن کریم میں یہ آیت ماکان محمداً ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ بکل شیءٍ علیماً اور بے شمار احادیث بطور شہادت موجود ہیں جن میں سے ہم صرف ان احادیث کا حوالہ دیتے ہیں جن میں لا نبی بعدی اور خاتم النبیین کے الفاظ آتے ہیں ۔

۱ ۔ عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

یعنی آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے فرمایا "تو مجھ سے اسی مرتبہ پر ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

۲ ۔ لا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد الاوثان وانہ سیکون فی امتی ثلٰثون کذابا کلھم یزعم انہٗ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور یہاں تک کہ بتوں کی پوجا کی جائے اور میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

۳ ۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین ۔

حضور صلعم نے فرمایا کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پس اسے بہت اچھا اور خوبصورت بنایا مگر اس کے کونہ سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب سے کہنے لگے کہ کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی گئی ۔ آپؐ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں ۔

قارئین کرام اب آپ یہ دیکھیں کہ قرآن کریم اور احادیث میں مذکور ان اسلامی بنیادی عقائد میں حضرت مسیح موعود نے کون سی اور کس طرح تبدیلی کی اور احمدی ان کے ساتھ کھیل رہے ہیں جن سے کھیلنے کی اجازت نہ دینے کی دھمکی نہیں دی گئی ہے ۔ ہم اس بارے میں حضرت صاحب کی اپنی کتب سے حوالے پیش کرتے ہیں :-

۱ :- "اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ۔ ملائک کا منکر ۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے ۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے ۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں ۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہوگئی ۔"

(اعلان مورخہ ۲ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بمقام دہلی)

۲ ۔ " دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے یہ سارے الزامات دروغ اور باطل ہیں ۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے ۔ اور میری کتاب " توضیح مرام " اور " ازالہ اوہام " سے جو ایسے اعتراضات نکالے گئے ہیں یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے ۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں ۔"

(تقریر جامع مسجد دہلی مورخہ ۲۳ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء دین الحق ۲۹)

۳ ۔ " بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص مع اس کی جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرا بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں ۔ ۔ ۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن کریم سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین" (ایام الصلح ص۸۶-۸۷ ۱۸۹۹ء)

۴۔ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔" (مجموعہ اشتہارات ص۲۲۴)

۵۔ "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔" (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷)

۶۔ "اور اللہ کی عزت اور جلال کی قسم کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور میں اللہ اور اس کی کتابوں اور رسولوں اور ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم افضل الرسل خاتم النبیین ہیں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔" (حمامۃ البشریٰ ص۸)

۷۔ "آنحضرت صلعم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ ص۱۸۴)

۸۔ "ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے۔ اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء اور قرآن خاتم الکتب ہے ... اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں اور جو کوئی شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔"

۹۔ "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیہ

ہمارے نبی صلعم کے بعد نبوت یقیناً منقطع ہو گئی ہے اور فرقان حمید کے بعد جو تمام سابقہ صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں۔" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ... الاستفتاء ص۶۴)

۱۰۔ "اسلام تمام دنیا اور تمام استعدادوں کے لئے آیا اور قرآن کو تمام دنیا کی کامل اصلاح مدنظر تھی جن میں عوام بھی تھے اور خواص بھی تھے اور حکما اور فلاسفر بھی اس لئے انسانیت کے تمام قویٰ پر قرآن نے بحث کی اور یہ چاہا کہ انسان کی ساری قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا ہوں اور یہ اس لئے ہوا کہ قرآن کے مدنظر انسان کی تمام استعدادیں تھیں اور ہر ایک استعداد کی اصلاح منظور تھی اور اسی وجہ سے ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ٹھہرے کیونکہ آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر وہ تمام کام پورا ہو گیا جو پہلے اس سے کسی نبی کے ہاتھ پر پورا نہیں ہوا تھا۔" (ست بچن ص۱۳۸)

۱۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا

مست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام

۱۲۔ ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال — لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

۱۳۔ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دل سے ہیں خدام ختم المرسلیںؐ

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاک پائے احمدؐ مختار ہیں

۱۴۔ ز عشاق فرقان و پیغمبریم — بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

(درثمین فارسی اور اردو)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد اور مسیح موعود کی مختلف کتب اور اشتہارات سے یہ اقتباسات جن میں انہوں نے اپنے عقائد بیان فرمائے ہیں نقل کرنے کے بعد ہم جناب جسٹس موصوف سے جو اس وقت عدل وانصاف کی کرسی پر تشریف فرما ہیں یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ان عقائد میں سے کون سا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد کے مخالف ہے جس کے ساتھ ہم کھیل رہے ہیں اور ہمیں اس کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہ دینے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم ان کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حضرت صاحب کی کتب میں سے ان عقائد کے خلاف جن کا اظہار آپ نے اپنی مذکورہ بالا تحریرات میں کیا ہے کوئی عقیدہ نکال کر دکھا دیں یعنی وہ ہمارے سامنے حضرت صاحب کی وہ تحریرات پیش کریں جن میں انہوں نے فرمایا ہو کہ

* میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔
* جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے وہ میرا عقیدہ نہیں ہے بحیثیت نبی میں اسلام کے مقابل پر نیا دین لایا ہوں۔
* قرآن شریف خاتم الکتب اور شریعت محمدیہ آخری شریعت نہیں ہے میں نئی کتاب اور نئی شریعت لایا ہوں جس کی وجہ سے قرآن اور شریعت محمدیہ منسوخ ہو چکی ہے
* میں ان تمام امور کا قائل نہیں ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔
* وحی رسالت اور نبوت آنحضرت صلعم پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے کیونکہ مجھ پر وحی نبوت اور رسالت بذریعہ جبرائیل نازل ہوتی ہے جس کے ذریعے مجھے جدید احکام شریعت سکھائے جاتے ہیں۔

ہم پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ جسٹس موصوف حضرت صاحب

کہ کسی کتاب۔ رسالہ۔ اشتہار یا خط میں سے کوئی ایک حوالہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکیں گے جس میں ان پانچ عقائد میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی درج ہو۔ اس لئے ان سے ہماری درخواست ہے کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ "جسٹس" کے ساتھ جسٹس کریں۔

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - -

ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کو ہم سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں مانتا کیونکہ ہم نہ کسی نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور نہ کسی پرانے نبی کے۔ اس عقیدہ کی جڑیں تو وہ کھود اور اس سے وہ کھیل رہے ہیں جو آنحضرت صلعم کے بعد ایک پرانے "رسول الی بنی اسرائیل" کو آج دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ مانتے اور اُسے قیامت کے نزدیک آسمان سے اتار کر انتظار میں آسمان کی طرف نظریں لگائے بیٹھے ہیں اور اس طرح ایک طرف تو اس میں خدائی صفات مان کر اللہ کے ساتھ شرک اور دوسری طرف مہر ختم نبوت کو توڑنے کے مرتکب ہوتے ہیں کسی عقیدے کے ساتھ کھیلنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا۔ زبان سے اقرار اور عمل سے انکار ہی اس کی جڑیں کھودنے اور اس کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء میں سے کسی کو زندہ رکھنا چاہتا تو وہ رسول کریم صلعم ہی اس کے مستحق تھے کیوں کہ اسلام آپ کا لایا ہوا دین اور قرآن کریم آپ کی لائی ہوئی کتاب ہے اور آپ ہی حضرت عیسیٰؑ سے اپنی امت کی اصلاح کا کام بدرجہا احسن طور پر سرانجام دے سکتے تھے۔ آپ کا یہ اعلان ہے کہ یٰایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہے واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم۔ حضور صلعم ساری نسل انسانی کی طرف اور حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کی طرف لیکن ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند - گر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت

تو ہمارے لئے ؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہو آسمان پر - مدفون ہو زمین میں شاہ جہاں ہمارا

ہم احمدی اپنی اس غیرت پر کسی طرح بھی آنچ نہیں آنے دینا چاہتے بلکہ اس کے لئے مر مٹنے کو تیار ہیں کیونکہ ہم یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی نیا یا پرانا نبی آکر ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر کوئی نیا دین ہمارے سامنے پیش کرے۔ اس کے علاوہ محمد تقی عثمانی صاحب اپنے معاشرہ پر ———— نظر ڈال کر بتائیں کہ اس معاشرہ میں روز افزوں قتل و غارت۔ ڈاکے۔ چوری۔ زنا۔ آبرو ریزی عصمت فروشی۔ قمار بازی۔ شراب خوری۔ جیب تراشی۔ فحش لٹریچر کی اشاعت۔ نقب زنی۔ سمگلنگ چور بازاری۔ رشوت ستانی۔ ملاوٹ۔ ناجائز منافع خوری۔ منشیات کے کاروبار وغیرہ جیسے گھناؤنے جرائم۔ اسلام کے بنیادی عقائد کو کھودنے کے مترادف نہیں اور اگر ہے تو کیا انہیں اس طرح ہم کھود رہے ہیں یا کوئی اور ——۔ اگر وہ چاہیں تو پاکستان کی جیلوں میں جا کر اس کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ کیا وہ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ نماز کتنے مسلمان پڑھتے اور روزہ کتنے رکھتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک صرف اتنا عقیدہ رکھ لینا اور عمل نہ کرنا کافی ہے۔ کہ نماز پڑھنی چاہیئے اور روزہ رکھنا چاہیئے

- - - - - - - - - - - - - - -۔ اس کے بعد جناب جسٹس صاحب فرماتے ہیں:۔

"دراصل مسئلہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً دس سال پہلے ستمبر ۷۴ء میں جب قومی اسمبلی نے دستوری طور پر قادیانی اور لاہوری دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اعتراف تھا جو دلائل اور براہین کی روشنی میں پہلے ثابت ہو چکی تھی۔"

اس سلسلے میں ہم جسٹس صاحب سے دو سوال پوچھتے ہیں۔

پہلا یہ سوال ہے کہ وہ کونسی حقیقت تھی جو دلائل و براہین کی روشنی میں پہلے ثابت ہو چکی تھی۔ کیا یہ اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ ہمارے وہ عقائد ہیں جن کا حوالہ ہم حضرت صاحب کی کتب سے دے آئے ہیں؟ اگر بات یہی ہے تو - - - - - - -

- - - - - - - - - - - اس وقت مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا نہیں جس پر کسی دوسرے فرقے نے کفر و ارتداد اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر نہ کیا ہو۔ اور یہ فتوے دلائل و براہین ہی کے ذریعے صادر کئے گئے - - - - - - اور اگر انہیں یہ فتوے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تو وہ کتاب "کافر گری" کا مطالعہ فرمالیں - - - - - - - - - - ہم بخوف طوالت یہاں یہ سارے فتوے نقل نہیں کر سکتے انہوں نے ہم سے مطالبہ کیا تو ہم اُن کی نقول ان کو بھیجدیں گے۔ جن دلائل و براہین کے ذریعے یہ حقیقت ثابت ہوئی تھی کہ احمدی غیر مسلم ہیں ان سے مراد اگر وہ دلائل و براہین ہیں جو کالعدم قومی اسمبلی میں دیئے گئے تو ہمارا جسٹس صاحب سے یہ پر زور مطالبہ ہے کہ وہ ساری کارروائی جسے ۳۰ سال تک محفوظ کر دیا گیا ہے حکومت وقت سے شائع کرا دیں اور اگر وہ ساری کارروائی شائع نہیں کی جا سکتی تو کم از کم وہ بیان ہی شائع کرا دیں جو ہماری جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے وفد پیش ہونے سے قبل اسمبلی کے سامنے پڑھا گیا تھا کہ حق و باطل میں تمیز و تفریق ہو جائے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ روزکی کارروائی اخبارات میں شائع کی جاتی تاکہ لوگوں کو جھوٹ اور سچ کا علم ہوتا رہتا لیکن بجائے اس کے اسے نہ صرف خفیہ رکھا گیا بلکہ اس کی اشاعت پر ۳۰ سال تک پابندی لگا دی گئی۔ ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - -

اب جسٹس صاحب بھی ہمارے محولہ بالا اعتقاد کے باوجود دستوری ترمیم کے تحت ایسے قوانین بنوانے کا مطالبہ کر رہے ہیں جو ہمیں شعائر اسلامی پر عمل کرنے سے روکیں یعنی ہم اپنی مسجد کو مسجد نہ کہیں۔ اذان نہ دیں۔ نمازیں نہ پڑھیں۔ روزے نہ رکھیں۔ زکوٰۃ نہ دیں۔ حج نہ کریں۔ اپنے نام مسلمانوں والے نہ رکھیں۔ قرآن شریف نہ پڑھیں۔ غیر مسلموں کو اللہ کی طرف بلانے کے لئے تبلیغ نہ کریں جسے رسول کریم صلعم نے ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ فرمایا ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہی رویہ منافقین اسلام قریش مکہ کا تھا جس کی وجہ سے پہلے

مسلمانوں کو حبشہ اور بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی اور قرآن کریم کی اس آیت "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم" کے مطابق اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کرنے والوں کو روکنے والوں کو آخر کار جو ذلت و رسوائی اور ہزیمت انہیں اٹھانا پڑی وہ بھی تاریخ کا ایک عبرتناک باب ہے کیا جسٹس موصوف ہمیں قرآن کریم کی کسی آیت یا رسول کریم صلعم کی کسی ایک حدیث کا حوالہ دے سکتے ہیں جس کے رُو سے کسی صدر۔ وزیر اعظم۔ کیبنیٹ۔ قومی اسمبلی یا کسی مذہبی طبقہ کی اسلام پر اجارہ داری تام کر دی گئی ہو اور اُسے یہ اختیار حاصل ہو گیا ہو کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور شعائر اسلامی پر عمل کرنے والوں کو کافر اور غیر مسلم کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج کر سکتا ہے؟ نہ ایسی کوئی آیت قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث۔ اس لئے اگر کوئی ایسے قوانین وضع کئے گئے تو وہ خلاف قرآن و سنت ہوں گے - - - - - - - - -

- - - - - ہم اپنے عقائد کے مطابق خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور انشاء اللہ مسلمان رہ کر شعائر اسلامی پر عمل کرتے رہیں گے اس سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ کیا یہ قوانین ہمارے دلوں سے اللہ اور رسول صلعم کی محبت کو نکال سکیں گے؟ قرآن اور اسلام کی اشاعت سے روک سکیں گے؟ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے منع کر سکیں گے؟ انہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ لوگ جس حقیقت کو سچے دل سے قبول کر لیتے ہیں اس کے لئے تو جان و مال اور عزت تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اگر ہم سے قانوناً مسجدیں چھڑا دی جائیں گی تو ہمارے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت "وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم"۔ ہمارے اطمینان قلب اور تسلی کے لئے کافی ہے کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ ہم کون ہیں۔ ہمارا مشن کیا ہے اور ہم نے کس لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد، مسیح موعود اور مہدی معہود مانا ہے اور ان کے یہ دعاوی کن مقاصد کے حصول کے لئے تھے۔ ہمارا سارا توکل اور بھروسہ اسی پر ہے اور وہی ہمارا سہارا ہے وہ سب حاکموں پر حاکم ہے اور ساری طاقت اسی کے پاس ہے۔ "مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین"۔ وہ بے رحم لوگوں کے ظلم و ستم اور استبداد سے حفاظت فرمانا چاہے تو مکڑی کے کمزور جالے کے ذریعے بھی بچا لیتا ہے۔ اور اگر تباہ و برباد کرنا چاہے تو اس کے غضب سے کوئی "بروج مشیدہ" میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ہمارے خلاف جب بھی کوئی تحریک اٹھی ہے اس کے پیچھے ہمیشہ سیاسی عوامل کار فرما رہے ہیں۔ اور یہ شورش وہی لوگ برپا کرتے رہے ہیں جو پاکستان قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تحریک کے مخالف رہے ہیں۔ انہوں نے ہی حکومت وقت کے ایماء پر اس قسم کی تحریکیں چلائی ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں جو تحریک چلائی گئی وہ بھی اس وقت کی پنجاب کی حکومت کے اشاروں پر چلائی گئی۔ اور ۱۹۷۴ء میں جو تحریک چلائی گئی وہ بھی حکومت وقت کی تائید سے چلائی گئی ان دونوں تحریکوں میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مذہب کو استعمال کیا گیا اور آج بھی مذہب کو ہی استعمال کیا جا رہا ہے جس سے سیاسی اغراض کا حصول مراد ہے۔ آج بھی ہمارے بارے میں حکومت کے سامنے وہی مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں جو ۱۹۵۳ء میں جگہ جگہ کانفرنسیں منعقد کر کے پیش کئے جاتے تھے۔ اگر یقین نہیں تو جج صاحب منیر کمیشن کی رپورٹ پڑھ کر دیکھ لیں جس میں جسٹس منیر مرحوم اور جسٹس کیانی مرحوم نے تمام واقعات کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا ہے اور انہیں ان کے اصلی رنگ میں پیش کیا ہے۔

سیاسی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے مذہب کو استعمال کرنا تو اسلام کے ساتھ میکیاولی اور چانکیا کی فلاسفی کا التباس کرنا ہے آنحضرت صلعم کی شریعت میں تو اس قسم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ دراصل دلائل و براہین کے میدان میں یہ لوگ ہم سے شکست کھا گئے ہیں اور اب اس کا بدلہ لینے کے لئے دوسرے خلاف قرآن و سنت ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں جیسے ہم حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی ہر ایک کی نیتوں اور ارادوں کا جاننے والا اور ان کے مطابق جزا و سزا دینے والا ہے۔

جسٹس صاحب حکومت سے ایسے قوانین بنوانے اور ان کے نفاذ پر مصر ہیں تو اپنا شوق پورا کرنے کی جتنی بھی کوشش کرنا چاہتے ہیں کر لیں لیکن اللہ جو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے - - - - - - - - - - -

ہم اپنی اپیل احکم الحاکمین کی عدالت میں دائر کریں گے جہاں نہ سفارش چلتی ہے اور نہ رشوت اور نہ ہی کسی کے اقتدار کو وہاں دخل ہے وہ علیم و سمیع و بصیر ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ سنتا اور دیکھتا ہے۔ "وما یخفیٰ علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء"۔ جب وہ اپنے کسی مامور اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کوئی وعدہ کرتا ہے تو اُسے پورا کر کے رہتا ہے۔ ؎

"قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت + اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور + ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے"

۳۔ مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان صفحہ ۲۴۰ کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد علیؒ کے ایک انگریزی مضمون کا یہ فقرہ

"THE AHMADIYYA MOVEMENT STANDS IN THE SAME RELATION TO ISLAM IN WHICH CHRISTIONITY (STOOD) TO JUDAISM"

نقل کرنے کے بعد جناب جسٹس موصوف اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"یعنی تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا"۔ اس سے صاف واضح ہے کہ لاہوری جماعت بھی کو اپنی یہ پوزیشن پوری طرح معلوم ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ کیا رشتہ رکھتی ہے؟ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان عیسائیوں اور یہودیوں جیسا فرق ہے اور عیسائیت نے یہودیت کا نام استعمال نہیں کیا تھا وہ اپنے مذہب کے لئے اسلام کا نام صرف اس لئے استعمال کر رہے ہیں تاکہ اسلام کے اسی مقدس نام پر لوگوں کو فریب دیا جا سکے"۔

— — — — — — — — — — — — —

— — — — — — — — — — — — —

— — — — — — — — — — — — —

— — — — — — — — — — — — —

جسٹس صاحب نے "یحرفون الکلم عن مواضعہ" سے کام لیتے ہوئے یہ انگریزی فقرہ حضرت مولانا محمد علی کے ایک طویل انگریزی مضمون سے جو ۱۹۰۴ء میں "ریویو آف ریلیجنز" میں شائع ہوا اس کے سیاق و سباق اور پس منظر سے علیحدہ کر کے اپنے مضمون میں نقل کیا ہے تاکہ وہ جماعت احمدیہ لاہور کے معقول عقائد سے ناواقف لوگوں کو یہ فریب دے سکیں کہ ان کے عقائد بھی اسلام کے خلاف ہیں اسی لئے ان کو بھی غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ یہ مضمون ۱۹۰۴ء میں جو حضرت صاحب کی زندگی میں شائع ہوا اور جماعت احمدیہ لاہور کا قیام اس سے آٹھ سال بعد ۱۹۱۴ء میں عمل میں آیا۔ ہمیں اپنے عقائد اور اپنی پوزیشن خوب معلوم ہے لیکن اس مضمون میں ساری تحریکِ احمدیت پر روشنی ڈالی گئی ہے کیونکہ اس وقت جماعت لاہور کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی حضرت صاحب کی موجودگی میں جماعتِ احمدیہ کے دونوں فریقوں کے درمیان ان کی نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق کوئی اختلاف پیدا ہوا تھا۔ اس وقت ایک ہی جماعت تھی جس کے عقائد وہی تھے جو آج جماعتِ احمدیہ لاہور پیش کر رہی ہے اور جیسا کہ ہم حضرت صاحب کی کتب کے حوالجات سے اوپر پیش کر آئے ہیں۔

اگر جج صاحب تھوڑا سا انصاف سے کام لے کر "مباحثہ راولپنڈی" کو پڑھ لیتے تو انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ قادیانی مبلغ نے یہ فقرہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں کہا تھا کہ ہماری طرح جماعت لاہور بھی باقی کلمہ گو مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے۔ یہ مباحثہ قادیانی اور لاہوری مبلغین کے درمیان ۲۰ جون ۲۷ء سے ۲۶ جون ۱۹۳۷ء تک راولپنڈی میں منعقد ہوا اس کے چار موضوعات تھے (۱) پیشگوئی مصلح موعود جس کے مطابق قادیانی جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم کو مصلح موعود مانتے ہیں (۲) خلافت (۳) نبوت مسیح موعود جیسا کہ جماعتِ قادیان ربوہ کا عقیدہ ہے اور (۴) مسئلہ کفر و اسلام جس کے مطابق جناب میاں محمود احمد صاحب اور آپکی جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ اور اس کے مقابل میں ہماری جماعت احمدیہ لاہور کا حضرت مسیح موعود کی اپنی اس تحریر کے مطابق کہ "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوٰی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"۔ یہ عقیدہ ہے کہ کوئی شخص آپ کے دعوٰی کے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔

اس مسئلہ پر بحث کے دوران میں قادیانی مبلغ نے حضرت مولانا محمد علی کا یہ انگریزی فقرہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مولانا محمد علی بھی دوسرے مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے کیونکہ جب عیسائیت اور یہودیت کا آپس میں وہی تعلق ہے جو تحریک احمدیت کو اسلام سے ہے تو جس طرح یہودی حضرت عیسٰی کا انکار کر کے کافر ہو گئے اسی طرح دوسرے مسلمان حضرت مرزا صاحب کا جو اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتے ہیں انکار کر کے کافر ہو گئے۔ یہ قادیانی مبلغ کا اپنا استنباط تھا جس کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کیونکہ اپنی تحریر و تقریر کی توضیح کا حق صرف مصنف یا مقرر کو ہی پہنچتا ہے کسی دوسرے کو نہیں۔ قادیانی مبلغ نے اس فقرے سے اپنا مطلب اخذ کیا اور جناب جج اپنا مطلب اخذ کر رہے ہیں اور دونوں نے اسے اس کے متن سے علیحدہ کر کے لکھا ہے اس لئے یہ دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

قارئین کرام کو ایک اور دلچسپ بات اس میں یہ نظر آئیگی کہ فقرے کا ترجمہ جسٹس صاحب یہ کرتے ہیں کہ "یعنی تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا" اور اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ "ان کے اور مسلمانوں کے درمیان یہودیوں جیسا فرق ہے" یعنی RELATION کا ترجمہ ایک جگہ "رشتہ" کرتے ہیں اور دوسری جگہ "فرق" اس طرح عوام الناس کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ تحریک احمدیت اور اسلام میں وہی فرق ہے جو عیسائیت اور یہودیت میں تھا۔ اور کہتے یہی ہیں کہ ہم لوگوں کو فریب اور دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ چونکہ جسٹس کے عہدے پر فائز ہیں اس لئے ان کا حسن کرشمہ ساز جو چاہے کر سکتا ہے لیکن انہیں کم از کم اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے کہ RELATION کا معنی رشتہ اور تعلق ہی ہے "فرق" نہیں کسی بھی انگریزی کی ڈکشنری کو اٹھا کر دیکھ لیں وہاں انہیں یہی معنی ملیں گے "فرق" کہیں نہیں ملے گا۔ تحریکِ احمدیت کا جو تعلق اسلام سے ہے وہ ہم ان عقائد کے ذریعے بیان کر آئے ہیں جو ہم نے حضرت صاحب کی کتب کے حوالوں سے پیش کئے ہیں۔ اگر جسٹس صاحب کے نزدیک یہ فرق ہے تو ع

براین عقل و دانش بباید گریست

جسٹس موصوف نے اگر حضرت مولانا محمد علی کا یہ سارا مضمون پڑھا ہوتا جس میں سے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے تو انہیں صاف معلوم ہو جاتا کہ حضرت مولانا کا اس سے مطلب کیا تھا۔ حضرت مولانا یہ بتانا چاہتے تھے کہ تحریکِ احمدیت اسلام میں ویسی ہی اصلاحی تحریک ہے جیسی عیسائیت یہودیت میں تھی جسٹس صاحب نے اگر تاریخ مذاہب عالم کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کے سامنے یہودیوں کی مذہبی، سماجی، اخلاقی، سیاسی اور معاشی زندگی کا وہ سارا نقشہ آ جاتا جو حضرت مسیح کے ان میں نزول کے وقت تھا اور اگر وہ ان کے اس وقت کے ان حالات کا مقابلہ مسلمانوں کے انیسویں صدی کے حالات سے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر کرتے تو ان پر صاف ظاہر ہو جاتا کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں کس قدر مماثلت تھی۔ آنحضرت صلعم کی بے شمار احادیث میں یہ مماثلت بیان کی گئی ہے جن میں سے ہم صرف دو تین کا حوالہ دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

۱: لیأتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذالك وان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنتین وسبعین ملة وتفرق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلھم فی النار الا واحدة - قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیه واصحابی (رواه بیہقی عن ابن عمر)

یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت پر بھی بعینہٖ وہی واقع ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے برملا ماں سے

. . . . کیا تو میری امت میں سے بھی بعض ایسا کریں گے اور بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے لیکن میری امت کے لوگ ۷۳ فرقے بن جائیں گے اور سوائے ایک فرقہ کے باقی سب آگ میں داخل ہوں گے جب آپ سے پوچھا گیا کہ وہ فرقہ کون سا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلیں گے۔

جسٹس صاحب ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتا دیں کہ کیا آج کے مسلمان آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ؟

ب:۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ ۔ قلنا یا رسول اللہ الیہود والنصاریٰ قال فمن (رواہ البخاری بحوالہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۵۶)

بخاری نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم ان قوموں سے جو تم سے پہلے ہوئی ہیں ایسے کامل موافقت پیدا کر لو گے کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی گھسو گے ۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلعم کیا یہود اور نصاریٰ سے (موافقت ہوگی ؟) تو آپ نے فرمایا اور کیا ۔

ج:۔ عن انس قال قلت یا رسول اللہ متی یترک الامر بالمعروف والنہی عن المنکر اذا ظہر فیکم ما ظہر فی بنی اسرائیل قبلکم ۔ قلت وما ذالک یا رسول اللہ قال اذا ظہر الادہان فی خیارکم والفاحشۃ فی شرارکم وتحول الملک فی صغارکم والفقہ فی رذالکم (رواہ ابن عساکر)

حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ کب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک ہوگا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہوں گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہو چکی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم یہ کب ہوگا فرمایا کہ جب تم میں سے نیک آدمی دینی کاموں میں سستی کرنے لگ جائیں گے اور شریروں میں فحاشی زور پکڑ جائے گی اور چھوٹی چھوٹی قوموں میں سلطنت چلی جائے گی اور علم فقہ رذیل آدمیوں میں آ جائیگا ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۳۹) ان حقائق سے انکار کی کس کو گنجائش ہے ۔

سارا قرآن کریم یہودیوں کی سرکشیوں ۔ حجت بازیوں ۔ شرارتوں ۔ بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے واقعات سے بھرا ہوا ہے ۔ جب ان کی یہ حالت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت عیسےٰ ابن مریم کو بھیجا جن کی وجہ سے یہودیوں میں عیسائیت کے نام سے ان کی اصلاح کے لئے یہ اصلاحی تحریک پیدا ہوئی ۔ اور یہودیوں کی اکثریت نے اپنے احبار و رہبان کے زیر اثر حضرت عیسیٰ اور آپ کی تحریک کا انکار کیا اور ان پر اس قدر ظلم و ستم کئے کہ حضرت عیسےٰ کو صلیب پر لٹکوا دیا ۔

اب جبکہ حضور صلعم کے مذکورہ بالا ارشادات کے مطابق مسلمانوں نے یہودیوں کے ساتھ پوری مماثلت پیدا کر دی تھی تو ان کی اصلاح کے لئے بھی ایک ایسے شخص کے آنے کی ضرورت تھی جو اصلی مسیح نہیں بلکہ مثیل مسیح ہوتا اور جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہوا ہے

”کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم ،،

” تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور وہ تم میں سے ہی ایک امام ہوگا ،، یعنی تمہاری بھی وہی بری حالت ہوگی جو یہودیوں کی تھی ۔ یہودیوں کی اصلاح کے لئے حضرت عیسےٰ نازل ہوئے اور تمہاری اصلاح کے لئے بھی ابن مریم نازل ہوگا لیکن یہ ابن مریم اسرائیلی نبی نہیں بلکہ تم میں سے ہی ایک شخص ہوگا جو مثیل ابن مریم ہوگا کیونکہ جس طرح مسلمان اصلی یہودی نہیں بلکہ اپنے اعمال کی وجہ سے یہودیوں کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں اسی طرح یہ ابن مریم بھی جو مسلمانوں کی اصلاح کے لئے بھیجا جائیگا اصلی مسیح نہیں ہو سکتا بلکہ مثیل مسیح ہوگا اور مسلمانوں میں سے ہی ان کا امام ہوگا ۔ اصلی ابن مریم کے آنے سے تو ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے لیکن اس امت میں سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک کامل پیرو کے آنے سے جو حضرت مسیح ابن مریم سے مماثلت رکھتا ہو ختم نبوت کی مہر قائم رہتی ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا امتی ہوگا نہ کہ نبی ۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مثیل مسیح اور مسیح موعود ہیں آپ کی تحریک احمدیت مسلمانوں میں ویسی ہی تحریک ہے جیسی یہودیوں میں عیسائیت تھی ۔ یہ اسلام سے علیحدہ کوئی نیا مذہب نہیں جیسا کہ ہمارے مذکورہ عقائد سے عیاں ہوتا ہے ۔ - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - ۔ اگر ہم اسی امت کے ایک فرد کو جو عاشق قرآن عاشق رسولؐ اور عاشق اسلام ہے اور آنحضرت صلعم کا کامل متبع ہے مثیل مسیح اور مسیح موعود ماننے کی وجہ سے ” غیر مسلم ،، ہیں اور ہمارے لئے شعائر اسلامی سے روکنے کے لئے قوانین بنانے اور ان کے نفاذ کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو جو لوگ مہر ختم نبوت کو توڑ کر اصلی مسیح کے آسمان سے نزول کے منتظر ہیں ان کے متعلق کیا فتوا ہوگا ۔ کیونکہ سارے لوگ تو انہیں مانیں گے نہیں کچھ مانیں گے اور کچھ انکار کریں گے ۔ مذہب کی تاریخ تو یہی بتاتی ہے کہ سارے انبیاء حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کو بھی جن کے متعلق تمام مذہبی کتب میں پیشگوئیاں موجود تھیں تمام لوگوں نے نہیں مانا تو مسیح ابن مریم کو کیسے مانیں گے ۔ اس صورت میں جج صاحب کا ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا فتوای ہوگا کیونکہ ان کو ماننے والے ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر آنحضرت صلعم کے بعد ایک پرانے نبی پر ایمان لانے کے مرتکب ہوں گے جس کا ذکر نہ قرآن میں ہے اور نہ احادیث میں ۔ ۔ ۔ ۔)

اخبار احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ و سلسلہ میں مصروف ہیں ۔ احباب جماعت حضور کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں ۔

* وفات :۔ محترم و مکرم جناب ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب ریٹائرڈ سول سرجن ملتان ، طویل علالت کے بعد مورخہ ۴/۴ کو بوقت ۴ بجے شام انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم بڑے مستعد ۔ پر جوش اور باعمل احمدی تھے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں بلند مقام عطا کرے ۔ ہمیں مرحوم کے اعزہ اور پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے ۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے ۔

* اعتذار : مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب کے درس قرآن کا سبق ۶۵ قارئین کرام اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔ (ادارہ)

(بقیہ صٓ سے آگے)

"ایک غلطی کا ازالہ" سے پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

"نبوت کا مسئلہ آپ پر سنہ ۱۹۰۰ء یا سنہ ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے اور چونکہ "ایک غلطی کا ازالہ" سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات ثابت ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے ۔" (حقیقۃ النبوت صٓ)

جب سنہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے حوالے منسوخ ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جن جن کتب میں آپ نے مجدد مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعوٰی کیا ہے وہ سب کی سب منسوخ ہیں اس لئے حضرت صاحب نہ مجدد ہیں نہ مسیح موعود اور نہ مہدی اور صاحب شریعت "نبی" ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب حکم عدل ہیں اور ان کی اپنی تحریر و تعبیرات ہمارے لئے حجت ہے نہ کہ کسی اور شخص کی۔ ہمیں سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کسی کتاب میں یہ نظر نہیں آتا کہ حضرت صاحب نے اپنی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالوں اور کتب کو منسوخ بنایا ہو۔ یہ میاں صاحب کی اپنی اختراع ہے۔

(نوٹ:۔ ہمارے مکتوب نگار اور جماعت کے دوسرے احباب خاص طور پر نوجوانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت صاحب نے اپنے دعوٰی میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ سنہ ۸۵-۱۸۸۴ء میں آپ نے مجدد ہونے کا دعوٰی کیا اور آخری دم تک آپ اس دعوٰی پر قائم رہے چنانچہ حقیقۃ الوحی میں جو پہلی بار ۱۵ مئی سنہ ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اپنے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

۱۔ پہلا نشان

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا۔ رواہ ابو داؤد (یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کریگا اور اب اس صدی کا بیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی طبع سنہ ۱۹۵۲ء صٓ)

۲۔ دوسرا جواب جو ہمارے احباب کو ربوائی دوستوں کو ان کے غلط عقیدہ "نبوت حضرت مسیح کے متعلق دینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے نشان ۱۸ کے ماتحت فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین" یعنی اگر یہ نبی ہمارے پر افترا کرتا تو ہم اس کو دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی وہ رگ کاٹ دیتے جو جان کی رگ ہے ۔ ۔ ۔ اور اب تک توریت میں بھی یہ فقرہ موجود ہے کہ جو شخص خدا پر افترا کریگا اور جھوٹا دعوٰی نبوت کا کریگا وہ ہلاک کیا جائیگا۔"

علاوہ اس کے قدیم سے علمائے اسلام لو تقول علینا کو عیسائیوں اور یہودیوں کے سامنے آنحضرت صلعم کی سچائی کے لئے بطور دلیل پیش کرتے رہے ہیں یعنی آنحضرت صلعم اپنے دعوٰی نبوت کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہے جو ان کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آپ اپنے دعوٰی میں صادق نہ ہوتے تو آیت مندرجہ کے ماتحت اللہ ان کی رگ جان کاٹ دیتا اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"چونکہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے اس دعوٰی وحی والہام پر پچیس سال سے زیادہ گذر چکے ہیں جو آنحضرت صلعم کے ایام بعثت سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ وہ ۲۳ برس تھے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ لوگ باوجود مولوی کہلانے کے یہ نہیں بتا سکتے کہ ایک خدا پر افترا کرنے والا اور جھوٹا ملہم بننے والا اپنے ابتداء افتراء سے تیس سال تک بھی زندہ رہ سکتا ہے اور خدا اس کی تائید اور نصرت کرسکتا ہے اور اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کرتے۔" حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ اس مدت کو "اگر براہین احمدیہ حصہ چہارم سے شمار کیا جائے تو ۲۵ سال گذر چکے ہیں۔"

بقول میاں محمود احمد صاحب حضرت صاحب کے دعاوی کے متعلق ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں سے حجت پکڑنا غلط ہے کیونکہ وہ سب منسوخ ہو چکی ہیں اور حضرت صاحب نے پہلے سب دعاوی سے دست بردار ہو کر ۱۹۰۱ء میں دعوٰی نبوت کیا اور سنہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے یعنی دعوٰئے نبوت کے بعد صرف ۷ سال یا ۸ سال زندہ رہے تو کیا حضرت صاحب جو دلیل اپنے دعوٰی کی صداقت میں پیش کرتے ہیں اس کے مطابق جناب میاں صاحب ان کو نعوذ باللہ مفتری اور کذاب ثابت کر کے مخالف علماء کی صف میں شامل نہیں ہو جاتے؟ سہ

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آپ کے جس دعوٰی پر ۲۵ سال گذرے ہیں وہ دعوٰی مجددیت ہے نہ کہ دعوٰی نبوت۔ اسی لئے آپ نے لو تقول علینا ۔ ۔ والی آیت اس کی صداقت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ اور نشان اول میں بھی اسی دعوٰی کے ثبوت میں آنحضرت صلعم کی حدیث مجدد پیش کی ہے۔ مدیر)

جماعت ربوہ کا دوسرا عقیدہ جس کی وجہ سے ہم ان سے علیحدہ ہوئے بقول میاں محمود احمد صاحب یہ ہے کہ:۔

۱۔ "تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں اس لئے چونکہ شریعت کی بناء ظاہر پر ہے ہم ان کو (دوسرے مسلمانوں کو۔ ناقل) کافر کہیں گے۔"

ب :- پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوٰی کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔"

(تشحیذ الاذہان صفحات ۱۳۹-۱۴۱ ۱۹۱۱ء)

ج :- "یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب (مولوی محمد علی صاحب) تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

۱ : یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔

۲ یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورہ صف آیت ۶ کے مصداق ہیں)

۳ یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے عقائد یہ ہیں۔ (آئینہ صداقت ص۳۵)

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ان اس عقیدہ تکفیر المسلمین کے خلاف تھے کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوٰی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص۱۳۰)

اسی فقرہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوٰی کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خداتعالٰی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلٰی شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

(تکفیر المسلمین کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس آیت اور حدیث کے بھی خلاف تھا۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا" (النساء)" لا تکفرا اهل قبلتك - حدیث" - مدیر)

اس بارے میں حضرت صاحب نے اور بھی کئی حوالے پیش کئے ہیں لیکن اختصار کے لئے یہی ایک حوالہ کافی ہے کیونکہ عقلمند را اشارہ کافی است۔

۳ - تیسری نہایت اہم بات جس میں ہمارا ان سے اختلاف ہے یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے بعد انجمن کا نظم و نسق چلانے کے لئے اپنی زندگی میں ایک انجمن بنائی جیسا کہ آپ نے "الوصیت" میں لکھا ہے اور اسی انجمن کو "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" فرمایا۔ (آپ کی کوئی تحریر ایسی نہیں دکھائی جا سکتی جس میں آپ نے مطلق العنان شخصی خلافت کے قیام کا ذکر کیا ہو۔ مدیر) آپ فرماتے ہیں۔

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

اس انجمن کو حضرت صاحب نے قریباً ڈھائی سال تک اپنی نگرانی میں کام کرنے کا موقع دیا۔ ۱۹۰۷ء میں مسجد مبارک کی توسیع کا معاملہ پیش ہوا۔ اس موقعہ پر جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم کے نانا میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے اپنی مرضی اور منشاء سے کام لینا چاہا تو انجمن نے یہ بات حضرت صاحب کے سامنے پیش کی۔ آپ خود اس اجلاس میں تشریف لائے اور یہ تحریر لکھ کر دے گئے۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خداتعالٰے کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

دستخط حضرت صاحب ۲۷-اکتوبر ۱۹۰۷ء

جناب میاں صاحب کو شروع سے ہی انجمن کا قیام ناگوار تھا اور وہ اس کوشش میں تھے کہ یہ کسی طرح ختم ہو جائے لیکن حضرت مولانا نورالدین کی وفات تک یہ کام کسی نہ کسی طرح چلتا رہا مگر اندرون خانہ انجمن کو ختم کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ جب میاں صاحب جیسے تیسے خلیفہ بن گئے تو انہوں نے مطلق العنان خلیفہ بننے کے لئے حضرت صاحب کی انجمن کی بنیاد پر بڑا زبردست وار کیا۔ اور وہ یہ کہ ۱۲- اپریل ۱۹۱۴ء کو ایک اجلاس میں قاعدہ ۱۸ کے الفاظ ہیں کہ

"ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت مسیح موعود کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا۔"

یہ تبدیلی کی کہ "حضرت مسیح موعود" کی جگہ "حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفہ ثانی" کے الفاظ درج کرانے کا فیصلہ کرایا اور اس طرح حضرت مسیح موعود اور انجمن کو ختم کرکے ڈکٹیٹر بن گئے۔"

یہ حضرات کس دیدہ دلیری سے حق کو چھپاتے ہوئے یہ پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں کہ مولانا محمد علی اقتدار نہ ملنے کی وجہ سے علیحدہ ہوئے حقیقت یہ ہے کہ باوجود میاں صاحب کے عقیدہ تکفیر المسلمین سے اختلاف کے ہمارے بزرگوں نے جماعت کی سالمیت کو برقرار رکھنے اور مل کر کام کرنے کے لئے ۲۲ مارچ ۱۹۱۴ء کو لاہور میں ایک شورٰی منعقد کی اور میاں صاحب کے سامنے یہ چار تجاویز رکھنے کا فیصلہ کیا۔

۱ - حسب وصیت حضرت مسیح موعود صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ پائے احمدِ مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۸۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کریگا

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد : ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۱۶۔ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۱۔ اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ : ۱۶

حضرت مجدد صد چہاردہم کے لاہور کے پاک ممبروں میں سے ایک ممبر

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور "محرر مجدد ہند"

قطعی سمجھے جائیں اور کسی ایک شخص کو اُن کے مسترد کرنے کا حق نہ ہو۔

۲۔ جس بزرگ کو احمدی قوم کا امیر سمجھا جائے اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کی بیعت لازمی نہ ہو جو پہلے سے احمدی ہیں۔

۳۔ چونکہ میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر چالیس آدمیوں (سے زائد) نے بیعت کر لی ہے اس لئے ان کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت لینے کا اختیار ہوگا۔

۴۔ اگر میاں محمود احمد صاحب انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دیں اور پرانے احمدیوں سے بیعت لینا لازم تصور نہ کریں تو ان کو صدر انجمن احمدیہ کا پریذیڈنٹ اور کل جماعت کا امیر تسلیم کیا جائے۔ ان تجاویز کی نقول میاں صاحب کو بھیجی گئیں۔ اخبار پیغام صلح میں شائع ہوئیں۔ ۱۵۔ آدمیوں کا ایک وفد بھی ان پر مذاکرات کیلئے ترتیب دیا گیا لیکن جناب میاں صاحب نے اس وفد سے ان تجاویز پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔

انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دینے کی تجویز تو حضرت صاحب کی تجویز تھی جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اور بیعت پر اصرار نہ کرنے کی تجویز عقیدۂ تکفیر المسلمین میں اختلاف کی وجہ سے پیش کی کیونکہ میاں صاحب کا یہ خود ساختہ عقیدہ حضرت صاحب کے اپنے عقیدے کے قطعاً خلاف تھا۔

(جناب میاں صاحب کی بیعت کر لینے کا مطلب یہ ہوتا کہ ان لوگوں کو بھی اس عقیدہ سے اتفاق ہے اور اگر بیعت کر لینے کے بعد وہ اس اختلاف کے متعلق زبان کھولتے تو ان کا بھی وہی انجام ہوتا جو بعد میں میاں صاحب کے بڑے مخلصین اور ہم نشینوں کا ہوا۔ وہ سب کے سامنے ہے اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں اور ان لوگوں کو ان کے عقائد سے بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ مدیر)

اکثر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب مولانا محمد علیؒ اور آپ کے ساتھیوں نے پہلے خلیفہ یعنی حضرت مولانا نورالدین کی بیعت کر لی تھی تو دوسرے خلیفہ یعنی میاں صاحب کی بیعت کیوں نہ کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے خلیفہ نے حضرت مسیح موعود کی وصیت کے مطابق انجمن کے فیصلوں کو ہمیشہ قطعی سمجھا اور حضرت صاحب کی نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق ان کا وہی عقیدہ تھا جو حضرت صاحب کا تھا اس لئے ان کی بیعت کی لیکن دوسرے خلیفہ نے حضرت صاحب کو نبوت کے مقام پر کھڑا کر کے تکفیر المسلمین کی جو حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف تھا اس لئے ان کی بیعت نہ کی اگر وہ ایسے عقائد نہ گھڑتے تو پھر یہ اعتراض درست ہوتا۔

ہمارے دوستوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جناب میاں صاحب منیر کمیشن کے سامنے اپنے ان عقائد سے صاف انکار کر گئے اور انہیں اپنی وہ بات یاد نہ رہی کہ اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے تو بھی میں کہوں گا کہ حضرت صاحب حقیقی نبی ہیں۔ حقیقی نبی ہیں۔

حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف یہی وہ بے بنیاد عقائد تھے اور آپ کے مشن کے خلاف ملکی سیاسیات میں جناب میاں صاحب اور آپ کے بعد آنے والے جماعت ربوہ کے خلفاء کی مداخلت تھی جس نے عوام الناس کے رگ و ریشہ

میں حضرت صاحب اور آپ کی تحریک کے خلاف نفرت کا زہر گھول دیا اور جس کا نتیجہ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کی شکل میں ظاہر ہوا اور آج تک حضرت صاحب کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔

آج اگر ربوائی مبلغین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں تو اپنے خلیفہ صاحب سے برملا یہ اعلان کرا دیں کہ وہ عقائد جو میرے والد محترم مرحوم نے پیش کئے تھے وہ غلط تھے۔ ہم ان سے رجوع کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کا اس بارے میں موقف درست تھا تو پھر ہم انہیں دعوت دیں گے کہ وہ جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہوں کیونکہ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے باطل کو ترک کیا وہ حق پر ہونے والوں کے ساتھ شریک ہوئے وہ خواہ قلیل ہی کیوں نہ تھے نہ کہ حق والے باطل پرستوں میں ضم ہوئے خواہ وہ کثیر ہی کیوں نہ تھے۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔

(ایک واقف حال)

— **** —

ضرورت ہے:۔

دفاتر انجمن کے لئے ایک تجربہ کار آڈیٹر کی ضرورت ہے۔ بی۔ کام کو ترجیح دی جائے گی۔ ریٹائرڈ اصحاب بھی درخواست دے سکتے ہیں تنخواہ حسب قابلیت۔

خواہشمند حضرات اپنے کوائف۔ سابقہ تجربہ اور تعلیمی استعداد پر مشتمل درخواست شناختی کارڈ اور اسناد کی فوٹو سٹیٹ نقول کے ہمراہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء تک جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ کے پتہ پر بھجوائیں۔

تعلیمی وظائف:

نیا تدریسی سال اپریل ۱۹۸۴ء سے شروع ہو رہا ہے مرکزی انجمن ہر سال جماعت کے ذہین اور ضرورت مند بچوں اور بچیوں کو تعلیمی وظائف دیتی چلی آ رہی ہے۔ نئے تدریسی سال کے لئے درخواستیں جن میں طالب علم کے کوائف تعلیمی قابلیت۔ مضامین۔ والدین کی مالی حیثیت پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل کردہ نمبر مقامی رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ اپریل ۸۴ء تک پتہ ذیل پر بھجوائیں۔ "جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶"

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۱۰

اے حبیبِ حق بشارت الوداع!

آپ کی وفات پر ہدیۂ عقیدت

از جناب مولانا مرتضےٰ خاں صاحب مرحوم

شمعِ بزمِ احمدیّت الوداع
اے ضیائے دین و ملت الوداع!

الوداع ماہِ صداقت الوداع
آفتابِ علم و حکمت الوداع!

الوداع اے مخزنِ صدق و صفا
الوداع گنجِ سعادت الوداع!

حامئِ دینِ ہدایت الوداع
ماحئِ نقشِ ضلالت الوداع!

ناشرِ انوارِ حکمت الوداع
قاطعِ آثارِ ظلمت الوداع!

الوداع اے عازمِ باغِ جناں
اے گلِ گلزارِ جنّت الوداع!

راہِ حق میں تو نے دی جانِ عزیز
راہروِ راہِ شہادت الوداع!

قوم کو تھا ناز تیری ذات پر
افتخارِ احمدیّت الوداع!

اللہ اللہ وہ ترا فہم و ذکا
وہ حذاقت اور وہ جودت الوداع!

اللہ اللہ وہ ترا حسنِ بیاں
وہ فصاحت وہ بلاغت الوداع!

اللہ اللہ وہ ترا زورِ قلم
وہ تفقّہ وہ فقاہت الوداع!

تو ازل سے لایا تھا قلبِ سلیم
مظہرِ شانِ ولایت الوداع!

علمِ قرآں میں نہ رکھتا تھا نظیر
مشعلِ نورِ ہدایت الوداع!

عشق تھا تجھ کو کلام اللہ سے
محرمِ رازِ شریعت الوداع!

کون کھولے گا اب اسرارِ نہاں
کاشفِ سرِّ حقیقت الوداع!

فرطِ غم سے ہم ہوئے ہیں جاں بلب
دے چلے تم داغِ ہجرت الوداع!

کثرتِ آہ و بکا سے ہے بپا
تیرے بالیں پر قیامت الوداع!

ہم ہیں اور دردِ غم و رنج و الم
ہم ہیں اور یہ سوزِ فرقت الوداع!

امرِ ربّی پہ مگر راضی ہیں ہم
تھا یہی حکمِ مشیت الوداع!

وصلِ حق سے آج تو مسرور ہے
اے حبیبِ حق بشارت الوداع!

جنّت الفردوس ہو تیرا مقام
تجھ پہ اللہ کی ہو رحمت الوداع!

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

"محررِ مجدّدِ ہند"

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ہر متوفی بھول جاتا ہے۔ اور یہ بھی حکمتِ الٰہی ہے ورنہ دنیا کے کام کاج بخوبی نہ چلتے۔ مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کے کارنامے یا ان کی نیکیاں انہیں بھولنے نہیں دیتیں۔ میرے ذاتی تجربہ میں جو ایسی ہستیاں آئیں اُن میں بر سرِ فہرست تو حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحبؒ تھے۔ اور اس کے بعد میرے والد مرحوم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تھے۔ اب ہر ایک شخص کو اپنے والدین پیارے اور مقدس ہوتے ہیں۔ اور ہونے بھی چاہئیں کیونکہ باپ اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کا مظہر ہوتا ہے اور ماں اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیت اور رحمانیت کا مظہر ہوتی ہے۔ اور والدین کے احسانات اَن گنت ہوتے ہیں۔ مگر میں والد مرحوم کی چند قومی خدمات اور چند ذاتی احسانات کا ذکر کروں گا جو صدقۂ جاریہ کی طرح میری زندگی پر اثر انداز ہوئے تاکہ اور والدین کو بھی احساس ہو کہ ان کے لئے اپنی اولاد کے آگے نیک نمونہ قائم کرنا کس قدر ضروری ہے۔ مگر پہلے والد مرحوم کی ایک دو قومی خدمات کا ذکر کرتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ وہ میرے والد مرحوم نے کیں بلکہ اس لئے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء، غیروں سے اپنی خدمات کا اعتراف کرا لینا قابلِ ذکر ہو جاتا ہے۔

ایک واقعہ

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک روز میں اپنے گھر میں دن کے کوئی بارہ، ایک بجے ٹیلیفون پہ باتوں میں مشغول تھا کہ دروازہ کی گھنٹی بجی تو میرے نوکر نے جاکر دروازہ کھول کر ایک صاحب کو اندر لاکر میرے ڈرائنگ روم میں لے جاکر بٹھا دیا۔ میں ٹیلیفون سے فارغ ہوا تو میرے نوکر نے مجھے کہا کہ آپ سے ملنے کوئی صاحب آئے ہیں چنانچہ میں سیدھا ڈرائنگ روم میں گیا تو دیکھا کہ ایک صاحب جن کو میں پہلے بالکل نہیں جانتا تھا صوفے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور میرے السلامُ علیکم کے جواب میں انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے وعلیکم السلام کہا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھے تو میں نے کہا کہ "معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں"۔

تو اُن صاحب نے مسکرا کر جو اپنا تعارف کرایا تو میں ہکّا بکّا رہ گیا۔ وہ صاحب جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک نہایت معزز اور معروف رکن ہیں۔ میں اُن کا نام اور کوائف مصلحتاً نہیں لکھتا تاکہ اُن کے لئے کسی پریشانی کا موجب نہ ہو جائے۔ میں اپنی حیرت میں کھویا ہوا تھا کہ اُن صاحب نے فرمایا:

"میں کسی خاص کام سے نہیں آیا ہوں۔ میں نے آپ کے والد مرحوم کی معرکۃ الآراء تصنیف مجدد اعظم تھوڑا عرصہ ہوا پڑھی ہے اور میں اس سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میرے دل نے چاہا کہ اگر مصنف خود زندہ ہوتا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر خراجِ تحسین پیش کرتا مگر چونکہ وہ خود وفات پا چکے ہیں تو میں نے پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے بڑے بیٹے تو وفات پا چکے ہیں مگر آپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں۔ اس لئے میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے دل کے جذبات اور احساسات کا آپ سے ذکر کر کے اس بے نظیر تصنیف کا حق قدر دانی ادا کروں"۔

اس کے بعد ان صاحب نے اس کتاب کی خوبیوں، اس کا حقائق پر سے پردہ اٹھانے اور ایک بے نظیر سوانح عمری ہونے کا تفصیلاً ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں نے اپنی جماعت کے ایک اور رکن کو بھی یہ کتاب پڑھنے کو دی ہے اور وہ بھی اسے پڑھ کر بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اور مجھ سے دیر دیر تک اس کتاب کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ جن صاحبان نے اس کتاب کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس سوانح عمری میں حضرت اقدس کے متعلق جو غلط فہمیاں جماعتِ قادیان (حال ربوہ) کے عقائد سے پیدا ہوئی ہیں ان کو کس خوبی سے دور کیا گیا ہے۔ اس بات کی روشنی میں جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک معزز رکن کا اس کتاب کی تعریفوں میں رطب اللسان ہونا بتاتا ہے کہ وہ کس پائے کی کتاب ہے۔

جب یہ کتاب چھپی تو ہمارے احمدیہ بلڈنگس میں جلسہ سالانہ پر یک سٹال پر رکھی ہوئی تھی۔ میں بھی وہاں کتابیں دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی کتاب نظر پڑ جائے جو میں نے پڑھی نہ ہو۔ تو حضرت مولانا صدر الدین صاحب وہاں تشریف لے آئے۔ ایک صاحب کے ہاتھ میں "مجدد اعظم" دیکھ کر حضرت مولانا فرمانے لگے:

"ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر قلم توڑ دی ہے اب کسی اور نے کیا حضرت اقدس کی سوانح عمری لکھنی ہے؟"

اور یہ بالکل سچ ہے۔ میں نے بہت سوانح عمریاں اردو اور انگریزی زبانوں میں لکھی ہوئی پڑھی ہیں۔ مگر ایسی انوکھی، ایسی دلچسپ، ایسی جامع سوانح عمری نہیں پڑھی۔ سب میں بڑھ کر مشہور و معروف انگریزی زبان میں باسول (BOSWELL) کی لکھی ہوئی سوانح عمری ڈاکٹر جانسن کی زندگی پر ہے جس کو سوانح عمریوں کے بارے میں بطور نمونہ یا ماڈل سمجھا جاتا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ مجدد اعظم اس پر بھی نمبر لے گئی ہے۔ سوائے پہلے باب کے جو حضرت اقدس کے فارسی النسل ہونے پر ایک علمی تحقیق ہونے کی وجہ سے ذرہ خشک ہے۔ باقی کتاب تو ایک دلچسپ ناول کی طرح ہے کہ پڑھنے لگو تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

"محررؔ مجددؔ ہند"

حیرت کی بات ہے کہ شاید ۱۹۱۴ء کی بات ہے یا اس کے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد ایک رات حضرت اقدس رؤیا میں میرے والد مرحوم کے پاس آئے اور منجملہ اور باتوں کے فرمانے لگے:

"ہم نے آپ کا نام آسمان پر "محررؔ مجدد ہند" لکھوا دیا ہے۔"

اس وقت کس کے وہم و گمان میں تھا کہ بیس تیس سال کے بعد ہماری انجمن کے ایماء پر میرے والد مرحوم یہ معرکۃ الآراء اور لاجواب سوانح عمری لکھ کر سوانح عمریوں کے بارہ میں قلم توڑ دیں گے۔ یہ علمِ غیب کے نمونے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عالم الغیب ہونے پر حق الیقین پیدا کرتے ہیں۔

ایک اور واقعہ

ہماری انجمن کے دفتر کے ممتاز رکن محمد اعظم علوی صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی وفات سے شاید ایک سال پہلے مجھے یہ واقعہ سنایا۔ وہ لوٹی لینے لاہور شہر کے اندرون بازار میں ایک دکان پر گئے تو دکاندار کو کوئی کتاب پڑھنے میں ایسا محو پایا کہ اعظم صاحب کے دکان پر آکر بطور گاہک کھڑے ہونے کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جب اعظم علوی صاحب نے آواز دے کر دوکاندار کو اس کی محویت سے جگایا تو اس نے چونک کر معذرت کی کہ صاحب میں اس دلچسپ تفسیر قرآن کو پڑھنے میں ایسا کھو یا گیا کہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ علوی صاحب کو کتاب کے نسبتاً مختصر حجم اور جلد سے شک ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کون سی تفسیر ہے؟ تو دکاندار نے جواب دیا کہ اس کا نام انوار القرآن ہے اس پر مزید تحقیق کے لئے علوی صاحب نے پوچھا کہ اس کا مصنف کون ہے؟ تو دوکاندار نے جواب دیا کہ کوئی صاحب "ڈاکٹر بشارت احمد" ہیں مگر صاحب کیا تفسیر لکھی ہے، اور کیا مسائل کو حل کیا ہے اور کیا دلچسپ تحریر ہے کہ انسان پڑھنے لگے تو کھویا جاتا ہے۔ علوی صاحب نے کہا۔ "دکھاؤ میں اسے دیکھ سکتا ہوں" تو دوکاندار نے دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس انکار کی وجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو علوی صاحب نے مجھے فوراً بتائی کہ اس پر بطور پبلشر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، لاہور کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ بیچارہ دوکاندار یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ احمدیوں کی کوئی تصنیف اس ذوق و شوق سے پڑھ رہا تھا۔

یہ ایک اور شہادت ہے بموجب الفضل ما شہدت بہ الاعداء کہ حضرت والد مرحوم کا علم و فہم قرآن کس پائے کا تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل کو اور مشکل سے مشکل مقامات کو قرآن کریم کی تفسیر اور تفہیم کے دوران حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کا درس قرآن جو ابتدائے عمر سے وہ جہاں گئے کرتے رہے اس قدر دلچسپ اور دلکش ہوتا تھا کہ لوگ بلا مبالغہ دو، دو گھنٹے سنتے رہتے تھے۔ اور تھکتے نہ تھے۔ ہفتہ میں چھ دن ہر شام یہ سلسلہ جاری رہتا تھا اور مجال ہے کہ حاضرین ٹس سے مس ہو جائیں یا آنا چھوڑ دیتے سوائے امر مجبوری کے۔ ابتدائی ایام سے جبکہ ابھی اردو کی تفسیر بیان القرآن ہماری جماعت نے نہ چھاپی تھی، میرے والد مرحوم ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کے مترجم قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ اور ان کے حاشیوں پر انہوں نے اپنی قلم سے جہاں کوئی نقطہ سمجھ آیا نوٹ کیا ہوا تھا۔ اسی لئے جب بیان القرآن نکل بھی آیا تو والد مرحوم درس کی تیاری تو بیان القرآن سے ہی کرتے تھے مگر درس کے وقت وہ وہی پرانا نسخہ قرآن حکیم کا استعمال کرتے تھے جس کے صفحہ، صفحہ سے وہ اس قدر واقف ہو گئے ہوئے تھے کہ کسی حوالے کو درس کے دوران نکالنے میں انہیں بالکل دقّت نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ انہوں نے وہاں کوئی نشان نہ رکھا ہوتا تھا۔

عام بول چال کے دوران میرے والد مرحوم کی زبان میں کبھی کبھی لکنت پیدا ہوتی تھی مگر تعجب کی بات ہے کہ قرأتِ قرآن کے دوران خواہ وہ کتنی ہی لمبی ہو کبھی لکنت نہیں پیدا ہوتی تھی۔ اور قرأت نہایت خوش الحان ہوتی تھی۔ ان کا تعلق قرآن پاک سے انتہائی عشق اور محبت کا تھا نہ کہ صرف حسن عقیدت کا۔

ذاتی احسانات

میرے والد مرحوم کے نمونہ کا مجھ پر اثر پڑنا ضروری تھا۔ اور اگر میرے دل میں قرآن پاک سے عشق ہے تو یہ صرف ایک چنگاری ہے اُس عشق کی جو اُن کے دل میں تھا۔ وہ درس قرآن میں جو اکثر مغرب کی نماز کے بعد سے لیکر عشاء کی نماز تک ہوتا تھا مجھے اس وقت سے باقاعدہ شامل کرتے تھے جبکہ میں ابھی اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ مجھے قرآن حکیم کے حسن و جمال کی کوئی سمجھ نہ تھی چھوٹا بچہ ہونے کی وجہ سے میں بارہا درس کے دوران سو جایا کرتا تھا تو درس کے بعد مجھے بیٹھک سے اندر لاکر پلنگ پر ڈال دیا جاتا تھا۔ اور میں بھوکا ہی سو جایا کرتا تھا مگر وہ روحانی غذا جو مجھے ملی اس نے میرے لاشعور یا تحت الشعور پر ایسا اثر چھوڑا کہ باوجود دنیا کے مشاغل کے میں قرآن کریم سے لگاؤ کو نہ بھول سکا۔ اس لئے اگر کوئی حقیر خدمت میں قرآن حکیم کی کر سکا تو یہ دراصل میرے والد مرحوم کا ہی ورثہ اور احسان ہے۔

دوسرا احسان

دوسرا احسان جو میں کبھی نہ بھولوں گا وہ میرے والد مرحوم کا مال و دولت سے کلی استغنا اور قابل رشک مالی قربانیاں تھیں۔ ان دنوں ڈاکٹر (اسسٹنٹ سرجن) کی تنخواہ بہت تھوڑی ہوتی تھی۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ پہلی جنگ عظیم سے قبل زیادہ سے زیادہ تنخواہ دو سو روپے ماہوار ہوتی تھی اس جنگ کے بعد جو ایک دم مہنگائی بڑھی تو زیادہ سے زیادہ تنخواہ ساڑھے چار سو روپے ماہوار ہو گئی۔ اور ساری عمر میرے والد کے اوپر اپنے آٹھ بچوں، بیوی اور بیوہ والدہ کے علاوہ کئی ایک رشتہ کی بیواؤں اور یتیموں کا بوجھ رہا۔ ایک وقت میں گھر میں قریباً بیس آدمی

(چھوٹے بڑے) کا کمانا پکتا رہا۔ اور تنگی ترشی سے ہی گذارہ ہوتا تھا۔ مگر اپنی آمدنی کے دسویں حصہ کو بطور چندہ ماہوار ساری عمر دینے کے علاوہ جو بھی اپیلیں مرکز سے ہوتی تھیں ان میں السابقون الاولون میں میرے والد مرحوم ہوتے تھے۔ ایک دفعہ بیٹی کا جہیز لینے لاہور آئے مگر جلسہ پر اپیل ایسی ضروری اور اہم ہوئی کہ جو رقم جہیز خرید نے کے لئے لائے تھے وہ راہ خدا میں دے کر خالی ہاتھ گھر واپس چلے گئے۔ پرائیویٹ پریکٹس سے ڈاکٹر لوگ اچھی خاصی آمدنی پیدا کر لیتے تھے۔ ان دنوں اسسٹنٹ سرجن کو گھر بلانے کی پانچ روپے فیس ہوتی تھی مگر میرے والد مرحوم کو کوئی لالچ نہ تھی۔ اگر کسی نے فیس نہ دی اور معذرت کی تو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ کئی دفعہ لوگ بجائے پانچ کے کم فیس دے دیتے تو بجائے گن کر لینے کے جو کسی نے دیا وہ خاموشی سے قبول کر لیتے تھے۔ پھر بھی ان فیسوں پر بھی دسواں حصہ ضرور انجمن کے لئے نکال لیتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ والد کے صندوقچہ میں اٹھنیوں کا ڈھیر دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کیس لئے ہیں تو فرمانے لگے کہ جب کوئی پانچ روپے فیس کے دیتا ہے تو میں ایک اٹھنی (دسواں حصہ) انجمن کے خانہ میں ڈال دیتا ہوں تاکہ حساب میں غلطی نہ ہو جائے اور مہینہ کے اخیر میں وہ انجمن کے خانہ کی اٹھنیاں گن کر وہ رقم بھی اپنی پوری ماہوار تنخواہ کے دسویں حصہ میں شامل کر کے انجمن کو بھجوا دیتے تھے۔

اس نمونہ کو دیکھ کر میرے دل پر جو پائیدار اثر ہوا اس کی وجہ سے میرے لئے جانتے بوجھتے اپنی آمدنی کے دسویں حصہ سے کم چندہ ماہوار دینا ناممکن ہو گیا جو میں نے اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے ساری عمر ادا کیا۔ اس کا ثواب یقیناً میرے والد مرحوم کو بھی ملے گا کیونکہ یہ انہی کے نیک نمونہ کا اثر تھا ورنہ مجھ میں وہ مال سے بے رغبتی نہیں جو والد مرحوم میں تھی۔

کیا دوسرے والدین اس سے سبق لیں گے کہ ان کا نمونہ کا اجر نہ صرف ان کے اپنے لئے ہے بلکہ اپنی اولاد پر بھی اس کا جو اچھا یا برا اثر پڑیگا اس کے ذمہ دار بھی وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام والدین کو اپنی اولاد کے لئے اعلےٰ نمونہ قائم کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

خدمت دین کیلئے موقعہ: انجمن کو اپنے دفاتر اور شعبہ تبلیغ میں کام کرنیکے خواہشمند نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ کم از کم تعلیمی استعداد میٹرک پاس ہونی چاہیئے۔ مرکز میں دو سالہ تربیت دی جائے گی اور اس دوران انہیں ساڑھے تین صد روپے ماہوار وظیفہ علاوہ رہائش و خوراک دیا جائیگا۔ موزوں نوجوانوں کو انجمن اپنے خرچ پر فنی / تدریسی اداروں میں داخل کرائے گی دو سال کے بعد ان کی قابلیت و استعداد کے مطابق انہیں شعبہ تبلیغ یا دفتر میں باقاعدہ ملازمت دی جائے گی۔ امیدواروں کو تحریری درخواستیں معہ نقول اسناد اپنے حلقہ کے رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء تک بھجوانی چاہیئیں۔ درخواستیں

"جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶"، کے پتہ پر ارسال کی جائیں۔

اخبار احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور حسب دستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب جماعت سلسلہ کے اس مبارک ترین وجود کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالٰے کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

ضرورت ہے

دفاتر انجمن کے لئے ایک تجربہ کار آڈیٹر کی ضرورت ہے۔ بی کام کو ترجیح دی جائے گی۔ ریٹائرڈ اصحاب بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ تنخواہ حسب قابلیت،

خواہشمند حضرات اپنے کوائف۔ سابقہ تجربہ اور تعلیمی استعداد پر مشتمولہ درخواست، شناختی کارڈ اور اسناد کی فوٹو سٹیٹ نقول کے ہمراہ ۳۰-اپریل ۸۴ء تک جنرل سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ کے پتہ پر بھجوائیں۔

جامعہ احمدیہ پارا ماری بو (سرینام)

مکرمی اے۔ ایچ نعمت صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ سرینام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپنے حالیہ مکتوب میں لکھتے ہیں:-

"ہم نے جامعہ مسجد احمدیہ سرینام کے افتتاح کا فیصلہ کیا ہے اور اس کی تاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء بروز جمعہ مقرر ہوئی ہے۔ ہم آپ کے دست مبارک سے اس کے افتتاح کو اپنی جماعت کے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ ہم نے ۲۷ جولائی سے ۳۰ جولائی تک احمدیہ کنونشن منعقد کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے، پاکستان کے تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے کنونشن میں شمولیت کی دعوت ہے۔ جتنے وفود پاکستان کی جماعتوں سے شمولیت کر رہے ہوں ان کے نام اور خط و کتابت کے پتے پندرہ جون ۸۴ء تک ہمیں پہنچ جانے چاہیئں۔

پاکستان سے جو احباب فرداً فرداً اور جماعتوں کے نمائندہ کی حیثیت میں اپنے خرچ پر شمولیت کرنا چاہیں۔ جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (پاکستان) دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ کے پتہ پر مطلوبہ کوائف ۱۳ مئی ۱۹۸۴ء تک بھجوا دیں۔ تاکہ جماعت سرینام کو بر وقت معلومات بہم پہنچا دی جائیں۔

جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

از محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے حالات زندگی

ایک خادم دین اور خادم خلق ہستی

آپ ۳-اکتوبر ۱۸۷۶ء کو بمقام بھاگسو چھاؤنی دھرم سالہ ضلع کانگڑہ (حال بھارت) میں پیدا ہوئے۔

والد کا نام بشیر احمد اور والدہ کا نام خورشید بانو تھا۔ آپ کے دادا شیخ احمد علی فاروقی صاحب دھرم سالہ میں انگریز فوجی افسروں کو فارسی و اردو پڑھاتے تھے۔ انگریزی میں اورنٹیل پروفیسر اور اردو میں میر منشی کہلاتے تھے۔

یہیں ڈاکٹر صاحب موصوف کا زمانہ طفولیت گذرا۔ دادا نے ریٹائر ہونے پر سیالکوٹ چھاؤنی میں سکونت اختیار کی۔ اور یہیں ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ پہلے سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں پڑھا پھر مرے کالج سے ایف ایس سی پاس کیا۔

اب ان کے دادا نے پوتے کی تعلیم کی خاطر سیالکوٹ چھوڑ کر لاہور سکونت اختیار کی اور یہاں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ان کو داخل کروا دیا۔

اسی اثناء میں ۱۸۹۴ء میں ان کی شادی صفدر جنگ صاحب انسپکٹر پولیس امرتسر کی صاحبزادی حلیمہ بیگم سے ہوئی۔ ڈاکٹری پاس کر کے سب سے پہلے بسلسلہ ملازمت ایسٹ افریقہ گئے اور کوئی ڈیڑھ سال کے قریب وہاں رہے اس کے بعد دو تین سال متفرق مقامات بیاس، گورداسپور، شکر گڑھ جالندھر وغیرہ میں پلیگ ڈیوٹی پر رہے۔

تھوڑا وقت شاہ پور ہسپتال میں گذار کر پنڈی گھیپ کے ہسپتال کے انچارج ہوئے اور بھیرہ۔ میانوالی۔ راولپنڈی۔ کامل پور۔ کھیوڑہ۔ خانپور، کرنال گجرات۔ جہلم۔ لدھیانہ میں یکے بعد دیگرے تبدیل ہوتے رہے جہلم میں ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۲۹ء تک قیام رہا۔ اس کے بعد لدھیانہ سے ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہوئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ گرمیوں میں چار پانچ ماہ کے قریب ڈلہوزی میں گذارتے تھے۔

آپ کی زندگی کا دینی پہلو

۱۹۰۳ء :- ڈاکٹر صاحب موصوف نے جن کی فطرت روز اول سے دین، مذہب کی طرف مائل تھی اور اس میں بھی افراط و تفریط سے بچ کر ایک صراط مستقیم پر قائم ہونے کی متلاشی تھی۔ بہت غور و خوض کے بعد ۱۹۰۳ء میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کی دعاؤں کا ایک عجیب کرشمہ دیکھ کر ان کی بیعت کر لی۔ اور بعد میں جب نبوت اور تکفیر کے مسئلہ پر قادیانی جماعت سے حضرت اقدس کے چیدہ مرید علیحدہ ہو گئے تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی گئی اور ڈاکٹر صاحب موصوف بھی اس سے منسلک ہو گئے اسی دوران میں انہوں نے ختم نبوت کی تائید میں اور مسئلہ تکفیر کی مذمت میں بیش بہا مضامین لکھے جو "اخبار پیغام صلح" لاہور میں چھپ کر تعلیم یافتہ پبلک میں بہت مقبول ہوئے اور لوگوں کے اصرار پر کتابی شکل میں "بشارات احمدیہ" کی تین جلدوں میں شائع ہوئے۔

ان مضامین کے علاوہ زمانہ حاضر کے جتنے نئے مسئلے یا اسلام پر اعتراض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے ان کا نہایت خوبصورت اور مسکت جواب لکھتے رہے۔

ڈاکٹر صاحب نہایت خوش الحان تھے اور ان کی قرأت قرآن قابل شنید تھی۔ نوجوانی سے ہی آپ کو قرآن کریم سے اس قدر شغف تھا جو عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ پہلے خود تلاوت قرآن کر کے اس کے معانی اور حکمت و معرفت پر غور کرتے تھے اور پھر تمام عرصہ ملازمت میں جہاں رہے ہر روز شام کو بعد نماز مغرب دوسروں کو درس قرآن دیتے تھے۔ پنشن ملتے ہی قرآن کریم کے دو مشکل سیپاروں ستائیسویں اور تیسویں کی تفسیر لکھنے میں لگ گئے اور یہ سیپارے "انوار القرآن" کے نام سے حصہ اول ۱۳۵۳ھ میں اور حصہ دوم ۱۳۵۷ھ میں شائع ہو کر مقبول خلائق ہوئے۔ علاوہ چھوٹی چھوٹی مذہبی کتب بنام۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج۔ مسئلہ تقدیر وغیرہ بہت آسان اور دلنشیں پیرائے میں شائع ہوتی رہیں۔

آپ کی انوار القرآن کے بعد سب سے اہم تصنیف "مجدد اعظم" سوانح عمری حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم تھی جس کا حصہ اول ۱۹۳۹ء اور حصہ دوم ۱۹۴۰ء میں طبع ہوا۔ تیسرا حصہ آپ نے مکمل کیا ہی تھا کہ آپ کا مرض الموت شروع ہو گیا۔ اور وہ آپ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔

آپ لاہور سے ۱۶ جنوری ۱۹۴۳ء کو بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور اپنے فرزند ارجمند نصیر احمد فاروقی کلکٹر تھانہ کے پاس اور پھر ان کی تبدیلی پر ان کے پاس بمبئی میں رہے۔ جہاں ۲۱، اپریل ۱۹۴۳ء کو ۹ بجے کے قریب داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے مولا کے حضور میں جا پہنچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چھیاسٹھ سال۔ چھ ماہ۔ اٹھارہ دن عمر پائی۔

آپ کی یہ تو ہوئی زندگی کی مختصر کیفیت۔ اس کے علاوہ اپنی سرکاری ملازمت کے عرصہ میں آپ کی کئی صفات بہت نمایاں رہیں۔ بطور ڈاکٹر

کے خدا نے آپ کے ہاتھ میں شفا دی تھی۔

اس زمانے میں فزیشن، سرجن، مختلف میڈیکل سپیشلسٹ سب کچھ، بس ایک ڈاکٹر ہسپتال کا انچارج ہوتا تھا۔ بطور فزیشن کے آپ کی تشخیص اور نسخے ایسے صحیح اور مقبول تھے کہ کئی مریض بعد میں دوسرے شہروں سے آپ کو نسخوں اور دوائیوں کے لئے لکھتے تھے بطور سرجن کیا کبھی آپریشن ہو چکے، گردے۔ آنتوں کی پتھریوں یا رسولیوں کا۔ اللہ کے فضل سے بہت کامیاب رہتا تھا اور آپ کہا کرتے تھے کہ انہوں نے جو بھی آپریشن کئے خدا کے احسان سے اس میں مریض کی جان نہیں گئی۔

اس کے علاوہ آپ کی دوسری نمایاں صفت دیانتداری تھی۔ جن مقامات پر آپ تعینات ہوتے رہے وہاں زیادہ تر رسوخ بڑے بڑے زمینداروں اور ملکوں کا تھا۔ ان کے مزارعے اور ملازم اکثر کبھی پانی کبھی زمین پر آپس میں جھگڑتے اور سر پھٹول کرتے تھے اور دونوں پارٹیاں زخمی ہو کر ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر کے پاس میڈیکل سرٹیفکیٹ کے لئے آتی تھیں۔ تو ہر بڑا زمیندار اپنے کیس کی حمایت کے لئے چاہتا تھا کہ ڈاکٹر اس کے آدمیوں کی چوٹوں کو تو ضرب شدید لکھے، اور مخالف پارٹی کے زخمیوں کے لئے ضرب خفیف کا سرٹیفکیٹ دے۔ اس پر زمیندار اور ملک صاحبان ڈاکٹروں کو طرح طرح کی رشوتیں دینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ جیسے دودھ کے لئے گائے بھینس، مکھن، گھی، موسم موسم کی فصلیں اور سبزی ترکاریاں اور جلانے کی لکڑی مفت مہیا کی جاتی تھی لیکن باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں ڈاکٹر صاحب کی تنخواہ کم تھی اور اپنے ماشاءاللہ آٹھ بچوں کے علاوہ اپنی والدہ، پھوپھی اور رشتہ کی کئی بیوہ خواتین اور یتیموں کے پالنے کی ذمہ داری تمام عمر ان کے سر رہی۔

انہوں نے کبھی ایسی کوئی رشوت قبول کر کے کسی کو غلط سرٹیفکیٹ نہیں دیا نہ کبھی انہوں نے کسی کی ناراضگی یا مخالفت سے ڈر کر کوئی ناجائز بات کی۔ ان کی تو "ملاں کی دوڑ مسجد تک" والی بات تھی کہ اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑا کر اپنی حاجتوں اور مشکلوں کی آسانی کے لئے دعائیں کرتے تھے یہاں مجھے ان کا ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک ریگستانی علاقے میں درختوں کی واحد "رکھ" یا ذخیرے کا مالک ایک بہت بڑا زمیندار تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے وہاں کے ہسپتال کا چارج لیا تو یہ ملک صاحب ملنے کو تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا کہ "ڈاکٹر صاحب آپ کے بچوں کے دودھ وغیرہ کے لئے ایک بھینس آپ کو پیش کر دوں گا۔ اور گھر کے خرچ کے لئے سب لکڑی بھی میرے ذخیرے سے آپ کو بھیج دی جائے گی لیکن ہمارے بندے جب دوسروں سے لڑ کر آئیں تو آپ مخالف پارٹی کے مزارعوں کی چوٹوں کو ضرب خفیف لکھ دینا۔ آپ کے سرٹیفکیٹوں سے ہم پر الزام نہ آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ "ملک صاحب میں آپ کی اور آپ کے لوگوں کی خدمت اور علاج معالجے کے لئے ہر طرح حاضر ہوں لیکن یہ غلط کارروائی کرنے سے معذور ہوں۔" ملک صاحب بگڑ کر کہہ گئے کہ پھر دیکھوں گا آپ کو جلانے کی لکڑی کہاں سے ملے گی۔ آپ کے گھر کا چولہا ٹھنڈا ہی رہے گا۔"

ملک صاحب کا کہنا جلد ہی پورا ہو گیا۔ جب ادھر ادھر سے چُن چنا کر بھی بالن جلانے کو نہ ملا تو گھر والوں نے تقاضا کیا کہ کہیں سے لکڑی منگواؤ ورنہ کھانا کیسے پکے گا۔ اس رات ڈاکٹر صاحب نے پچھلی رات نماز تہجد میں گھر سے ملحقہ مسجد میں سجدے میں گر کر دعا مانگنی شروع کی کہ "میرے پروردگار یہ مشکل آسان فرما۔" بہت درد دل سے التجائیں کیں۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ جب میں محو دعا تھا تو میری آنکھوں کے سامنے ایک نظارہ آیا کہ ایک بڑا بھاری درخت ہے جو گر گیا ہے اور ان کو تعجب ہوا کہ یہ کیسا نظارہ تھا۔ اور اس سے میری دعا سے کیا تعلق تھا۔ بہرحال جب صبح باہر نکلے تو ہسپتال کے چوکیدار نے عرض کی کہ جناب رات کو ایک عجیب حادثہ ہوا کہ نہ آندھی نہ پانی۔ نہ ہوا کا جھکڑ بس پچھلی رات کو ہسپتال کے قریب کسی بزرگ کا مزار ہے جس کے سرہانے ایک زبردست بوڑھا درخت برسوں سے کھڑا تھا وہ ایک دم اڑ اڑ دھم کر کے جڑ سے اکھڑ کر گر پڑا۔ اب صبح دس بجے اس کی نیلامی ہو گی۔

ڈاکٹر صاحب اسی وقت وہاں گئے اور اس سستے زمانے میں بارہ روپے میں وہ درخت خرید لیا۔ اس کا زبردست تنا تو چارپائیاں بنانے والے بعد میں ڈاکٹر صاحب سے آٹھ روپے میں خرید کر لے گئے اور باقی کی ٹہنیاں، شاخیں جھاڑ جھنکاڑ اس قدر نکلا کہ نہ صرف سال بھر ڈاکٹر صاحب کے باورچی خانہ میں لکڑیاں جلیں بلکہ تبدیلی کے وقت اچھا خاصہ لکڑی کا ڈھیر ڈاکٹر صاحب کو تحفہ دے کر گئے۔

یہ روشن واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کس طرح ہر وقت اپنے دیانتدار بندوں کی مدد فرماتا ہے ایسے ایسے بہت سے امتحان آپ کی زندگی میں آئے۔ لیکن خدا کے فضل سے کبھی آپ کا قدم دیانت و صداقت کے صراط مستقیم سے نہیں بھٹکا۔

دوسری نمایاں صفت آپ کی خدا ترسی اور مخلوق خدا پر شفقت تھی غریب اور مستحق و مجبور لوگوں کا نہ صرف توجہ سے علاج کرتے تھے بلکہ ان کی اپنے پاس سے مدد بھی کر دیتے تھے۔

جہلم شہر کے وہ قصاب جو آپ کے وقت میں تھے گواہی دے سکتے ہیں کہ مہینے میں تین بار آپ صدقے کے لئے بکرا خریدتے تھے۔

اور ہسپتال کے گرد و نواح میں بسنے والے تمام غریب گھرانوں میں اس رات گوشت کی ہانڈیاں چڑھتی تھیں اور ننھے بچے خوشی خوشی کھانے کا انتظار کرتے تھے اور پھر تو غریب غربا ایسے عادی ہو گئے کہ اگر کبھی ذرا زیادہ دن بکرا نہ ہوتا تو آنے جانے والی غریب عورتیں ان کی بیگم صاحبہ سے کہتیں کہ "بی بی جی بہت دن ہو گئے آپ کے ہاں بکرا نہیں ہوا۔ گوشت کھانے کو دل چاہتا ہے۔" بس دوسرے دن ہی قصائی بکرا لے کر حاضر ہو جاتا تھا۔

آپ کی والدہ صاحبہ کی نشست صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر بنگلے کے برآمدے میں ہوتی تھی۔ جہاں ان کے نوکر لڑکے اور دوسرے ہسپتال کے ملازمین کے بچے ان سے قرآن شریف اور اردو پڑھنے آجاتے تھے اور اچھا خاصہ چھوٹا سا مدرسہ کھل جاتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اس وقت ہسپتال سے اتفاقاً آجاتے تھے تو بجائے پریشان ہونے کے بچوں کو پڑھنے اور سبق رٹنے سن کر محظوظ ہوتے تھے۔

یہ تو مخلوق خدا سے ان کی مہربانی و شفقت کی ذرہ سی جھلک ہے ورنہ ان کی کتاب زندگی دوسروں کی اور بیواؤں اور یتیموں کی سرپرستی اور پرورش اور اپنے بچوں کی طرح اُن کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال سے بھرپور تھی اس پر مستزاد اسلام اور قرآن کے لئے جو محبت اور جذبہ ان کے دل میں تھا اس کا یہ اثر تھا کہ تمام عمر اپنی محنت کی کمائی میں سے انہوں نے پابندی سے دس فیصدی اپنی تنخواہ اور فیسوں کا حصہ ہر ماہ اشاعت اسلام اور قرآن کے لئے چندہ میں دیا۔ گھر کے خرچ میں تنگی ترشی کچھ ہو چندہ میں فرق نہ آتا تھا۔ اور ایک واقعہ تو ان کی زندگی کا ایسا ہے کہ آجکل ایسے ایثار کا نمونہ ملنا مشکل ہے۔

اُن کی ایک بیٹی کی شادی تھی۔ تاریخ شادی سر پر تھی۔ وہ اس کے جہیز کے لئے ایک معقول رقم لے کر جہلم سے لاہور تشریف لائے۔ جہاں ان کی بڑی صاحبزادی مقیم تھیں تاکہ ان کے صلاح و مشورے سے جہیز خریدا جائے۔ لاہور پہنچ کر جب ان کو معلوم ہوا کہ جرمنی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مشہور اور واحد برلن مسجد اس کے ایک انچارج کی سازش سے ایک کمپنی کے پاس گروی ہو گئی ہے اور اس کے چھڑانے کے لئے چندہ کی اپیل ہو رہی ہے۔ تو آپ نے اپنی لائی ہوئی ساری رقم بلا پس و پیش خانہ خدا کی آزادی کے لئے چندے میں دیدی۔ اور بیٹی کا جہیز خریدے بغیر خالی ہاتھ واپس جہلم آگئے۔

آپ کے اس نمونہ کا خود آپ کے اہل و عیال پر ایسا اچھا اثر ہوا کہ آپ کی بیگم صاحبہ۔ والدہ صاحبہ نے اپنے زیورات اور بچوں تک نے اپنے اپنے جیب خرچ کی بچائی ہوئی چھوٹی موٹی سب رقمیں مسجد کے چندے میں دیدیں۔ اور پھر اُن کی لڑکیوں نے خواتین جہلم کا جلسہ کر کے ان سے بھی مسجد کے لئے اپیل کر کے معقول رقم اس فنڈ میں دی۔

یہ ایثار و قربانی رنگ لائی اور جلد ہی برلن میں یہ مسجد واگذار کروا لی گئی۔ اور آج تک جرمنی کے مشہور شہر برلن میں یہ خوبصورت مسجد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ان کے وقت کے دوسرے بزرگوں کی قربانیوں اور ایثار کا ثبوت بنی صحیح و سلامت موجود ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

* * *

ارشاد باری تعالیٰ:

اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"

بقیہ: چوتھی لڑائی

گئے ہیں۔ اس کا افتتاح تقریباً دو تین ماہ پیشتر ہوا ہے۔ ایک جماعت ایک مولوی صاحب کو امامت کے لئے رکھنا چاہتی ہے جو میلاد شریف کے خلاف ہے اس کے برعکس دوسری جماعت ایسے مولوی کو لانا چاہتی ہے جو میلاد شریف کے حق میں ہو فساد کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ ایک شخص کو ہسپتال داخل کرنا پڑا اور پولیس رات کے دس بجے موقع پر پہنچ گئی۔ مسلمانوں کو مساجد کی تعمیر کا شوق تو ضرور ہے اور اس کے لئے قربانی کرنے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن ان میں اشاعت اسلام کا جذبہ نہیں پایا جاتا۔ اور وہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر لڑ کر دیگر اقوام کے سامنے بُرا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

درخواست دُعا:

ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی اور ڈاکٹر فریدہ عبداللہ رجب علی ڈنیٹل سٹیٹ بورڈ کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ان کو گذارہ کے لئے ایک سکول میں روزمرہ چھ سات گھنٹے بچوں کو تعلیم دینی پڑتی ہے جو اُن کے پروفیشن سے تعلق نہیں رکھتی۔ بورڈ کے امتحان میں کامیابی کے بغیر ان کو امریکہ میں پریکٹس کرنے کے لئے اجازت نہیں مل سکتی اور امتحان اس قدر سخت کر دیئے گئے ہیں کہ سینکڑوں اُمیدواروں میں سے چند گنتی کے ڈاکٹر ہر سال کامیاب ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں بزرگان سلسلہ و احباب سے ان کی کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

زکوٰۃ کا مہینہ

زکوٰۃ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے اور علمائے دین نے رجب کا مہینہ زکوٰۃ کیلئے مقرر کر رکھا ہے ہمارے احباب باقاعدگی سے ہر سال اس ماہ مبارک میں اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں بھیجتے ہیں۔ اُمید ہے ہمارے دوست بدستور زکوٰۃ مرکز میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کرینگے مرکز کی طرف سے اس سلسلہ میں ایک چٹھی بھی بیرونی جماعتوں کو بھجوائی جا چکی ہے۔ (ادارہ)

احباب جماعت کے نام محترم جنرل سیکرٹری صاحب کا مکتوب

اخویم مکرم معظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہ رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے یہ ماہ شروع ہو چکا ہے اسلئے میں آپکو اس ضروری فریضہ کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ۔ تجارتی مال۔ زیورات اور جائیداد وغیرہ کا (جن پر زکوٰۃ واجب ہے) حساب کر کے زکوٰۃ حسب معمول اپنے قومی بیت المال میں جمع کرائیں گے۔

۱: ۔ نقدی پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ یعنی یکصد روپیہ پر اڑھائی روپے ہے

۲: زیورات بھی نقدی کے تحت آتے ہیں ۵۲ تولہ چاندی اور ۷½ تولہ سونا اور اس سے زائد پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تمام رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ارسال فرمائیں۔ شکریہ

مخلص
منصور احمد
جنرل سیکرٹری

از قلم: مکرمہ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور۔

درسِ قرآن۔ سبق نمبر (۶۵)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۪ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۪۟ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

(آل عمران۔ ۴: ۱۳۵-۱۳۶)

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو جب کوئی برا کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کیلئے مغفرت مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکے؟ اور جو وہ کر بیٹھیں اس پر اصرار نہیں کرتے در انحالیکہ وہ جانتے ہیں۔ انہی کے لئے جزا اپنے رب کی مغفرت اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے!

پچھلے دو درسوں میں جو مضمون چل رہا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں معصومیت کی حالت میں پیدا کیا ہے یعنے گناہوں سے پاکیزہ حالت میں جس کا نتیجہ اس کے دل میں جنّت کا ہونا ہوتا ہے۔ اس جنت کو انسان قائم رکھ سکتا ہے تقویٰ کے ذریعہ سے یعنے بدیوں اور گناہوں سے بچنے سے جس کے متعلق مکمل ہدایت قرآن پاک میں ہے۔ جس کو شروع کتاب میں ہی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ فرمایا تھا۔ اس دل کی جنت کے کھوئے جانے کے تین بڑے طریق ہیں۔ اول تو پیسے یعنے دولت کی تلاش اور تنگ دستی۔ دوئم جذبات کا جوش جس میں سب سے زیادہ جوش مارنے والا جذبہ غضب یا سخت غصہ کا ہوتا ہے۔ کہ وہ جب چڑھتا ہے تو انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ چونکہ دولت کی تلاش اور محبت سے دنیا کے اکثر گناہ اور جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے دولت کی تلاش ترک کر کے سادھو یا راہب یا نن یا بھکشو بن جانے میں ہی انسان کی خیریت سمجھی مگر ساری نسل انسانی "تارک الدنیا" ہو جائے تو نہ تو کوئی انسانی ترقی ہو نہ انسان میں محنت، کوشش، دیانت داری، یا اللہ تعالیٰ کے اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی اعلیٰ خوبیاں پیدا ہوں۔ اور شادی بیاہ چھوڑنے سے جیسا کہ تارک الدنیا لوگ کرتے ہیں نسل انسانی جلد ہی ختم ہو جائے۔ اسلام نے بجائے دولت کی "تلاش اور تنگ دستی" دو چھوڑ دینے کے دولت کو حلال طریقوں سے کما کر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر خرچ کرنے کو کہا جس سے کہ دل میں وہ جنّت اور راحت پیدا ہوتی ہے جو صرف اپنے اور اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی حیوانی سطح پر نہیں ہوتی کیونکہ صرف اپنی یا اپنی بیوی بچوں کی فکر تو ہر حیوان بھی کرتا ہے اور اس کے برعکس دوسروں کو دینا یہ خدائی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی ملکیت دراصل دنیا کی تمام دولت ہے وہ دوسروں کو ہر آن دیتا ہے۔

جہاں تک غیظ و غضب سے انسان کے دل کی جنت کھوئے جانے کا ڈر ہے تو قرآن حکیم نے اول تو غیظ و غضب کو دبانے کا حکم دیا کہ اسی سے وہ قابو میں رہ سکتے ہیں اور انسان کے دل کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ اور باہر اس کے غضب کی وجہ سے جو جہنم بھڑکتی ہے اُن سے نجات ملتی ہے۔ مگر غصہ اور غضب کو دبا لینے سے انسان کے اندر غصہ کی آگ سلگتی رہتی ہے اور انسان دل میں کھولتا رہتا ہے۔ تو دل کی جنت تو بکھر گئی۔ اس کا علاج قرآن حکیم نے اگلے کو دل سے معاف کر دینا بتایا بلکہ اس پر احسان کرنے کو کہا۔ انہی دو طریقوں سے نہ صرف انسان کا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس میں وہ راحت اور ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے جو دل کی جنت کو بڑھاتی ہے۔ یہ تعلیم بظاہر ناقابل عمل یا کم سے کم مشکل بہت معلوم دیتی ہے مگر میں نے پچھلے درس میں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ سارا وقت انسانوں کی دہریت یعنے خدا کی ہستی کا انکار یا شرک کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کی بدیوں اور بے حیائیوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ کیا اس کے دل میں غضب نہیں پیدا ہوتا؟ ضرور ہوتا ہے مگر وہ اسے دباتا رہتا ہے اور انسانوں کو نہ صرف معاف کرتا رہتا ہے بلکہ اُن پر احسان پر احسان کرتا چلا جاتا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ کیا انسان بھی یہ کمال دکھا سکتا ہے؟ تو میں نے پچھلے درس میں مثالیں دی تھیں کہ رسول اللہ صلعم نے بھی یہ کمال کر دکھایا اور آپ کی اتباع میں لاکھوں صالح انسانوں نے بھی یہ کر دکھایا

آج کی آیات میں دل کی جنت کھوئے جانے کی تیسری وجہ بتائی۔ فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشۃً او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم یعنے متقی وہ ہیں کہ جس وقت وہ غلطی سے کوئی برا کام کرتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ اس آیت میں جو لفظ فاحشۃ آیا ہے اس کے معنی ہیں کوئی ایسا فعل یا قول جس کی برائی اتنی زیادہ ہو کہ اس کا اثر دوسروں تک جا پہنچے یا انہیں برا لگے۔ یاد رہے کہ انسان نہ صرف اپنے عمل سے بلکہ اپنی زبان سے بھی بہت برائیاں کرتا ہے۔ قرآن کریم واحد کتاب ہے جس نے بتایا ہے کہ نہ صرف انسان جو عمل کرتا ہے وہ اس کے اندر ریکارڈ یا محفوظ ہو رہا ہے بلکہ جو بات وہ زبان سے

رکھتا ہے۔ وہ بھی اسی طرح ریکارڈ ہو رہی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا مایلفظ من قول الا لدیہ رقیبٌ عتیدٌ (ق ۵۰ - ۱۸) یعنے انسان کوئی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے جو اس بات کو محفوظ کر لیتا ہے۔ آج جبکہ انسان نے خود کیمرہ کے اندر فلم پر نہ صرف لوگ جو کرتے ہیں بلکہ جو وہ بولتے ہیں انہیں محفوظ کر لیا ہے تو اس کے لئے سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر بھی اسی قسم کا ریکارڈ تیار کرنے کا بندوبست اس کے دماغ کے اندر کیا ہوا ہے۔ آج سائنس خصوصاً سرجری نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ اور انسان خود بھی اپنے عملوں اور باتوں کو دوبارہ اسی لئے یاد کر سکتا ہے کہ وہ اس کے اندر محفوظ رہیں۔ قرآن نے انسانوں کے قول یعنی باتوں پر بھی محاسبہ لگا کر انسان کی مکمل اصلاح کا بندوبست فرمایا ہے۔ خالی عمل پہ محاسبہ کافی نہ تھا کہ لوگوں کی مکمل اصلاح ہو سکے۔ باوجود اس بندش اور پکڑ کے انسان سے پھر بھی بُرا فعل ہو جاتا ہے یا بُری بات زبان سے نکل جاتی ہے تو پھر انسان کیا کرے۔ فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ انسان کو ہر ایسی غلطی پہ خدا فوراً یاد آجائے اور انسان اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے۔ مغفرت جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں دو طرح ہے۔ گناہ کے بُرے انجام یا سزا سے حفاظت چاہنا دوم اللہ کی پناہ چاہنا کہ وہ گناہ دوبارہ نہ ہو جائے۔ مثلاً اگر انسان نے رشوت لی تو اس کا بُرا انجام یا سزا یا تو اسی دنیا میں مل جاتی ہے اور یا قطعی طور پر مرنے کے بعد ملے گی۔ دوسرے ایک دفعہ رشوت لے لو تو جھجک نکل جاتی ہے اور دوبارہ رشوت لینے کی جرأت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا استغفار کے اندر آجاتا ہے۔ اس کے لئے جو طریق ہمیں سکھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان گناہ ہو جانے پر فوراً یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی بات کو سُن رہا ہے تو انسان صدق دل سے کہے استغفر اللہ ربی من کلّ ذنبٍ واتوب الیہ یعنے میں اللہ سے جو میرا رب ہے (یعنے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے والا خیر خواہ ہے) پناہ مانگتا ہوں۔ ہر گناہ سے، اور اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں یعنے اس کیطرف لوٹ کر آتا ہوں۔

آج کے سبق میں عملی یا زبانی بدیوں کے علاوہ ایک اور چیز فرمائی۔ او ظلموا انفسھم یعنے یا وہ اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھیں تو بھی وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس سے مغفرت چاہتے ہیں۔ فاحشۃ یعنے ایسی بدی خواہ وہ عمل ہو یا زبان سے جس کا اثر دوسروں تک جا پہنچے۔ اس کے علاوہ کچھ بدیاں ایسی ہوتی ہیں جس کا اثر دوسروں تک تو نہ پہنچے مگر اپنے نفس یا روح کو وہ ضرور گندہ اور خراب کرتی ہیں۔ مثلاً دل میں گندے خیالات کا گھومنا تو اُن سے بھی اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم ہے کہ انسان کی روح کو جو اس کے اندر ایک شخصیت یا نفس بن رہی ہے۔ وہ ضرور گندہ اور ناپاک کرتے ہیں۔

پھر فرمایا ومن یغفر الذنوب الا اللہ یعنے اللہ کے سوا کون گناہوں سے مغفرت دے سکتا ہے۔ گناہ ہو گیا تو اس کے بُرے نتیجہ سے جو دل کے اندر پیدا ہوتا ہے یا اس کی سزا سے جو باہر واقع ہوتی ہے سوائے اللہ کے کون بچا سکتا ہے؟ دل بھی خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور وہی اُن پر جو گناہ سے سیاہ داغ پڑ جاتا ہے اُسے دھو سکتا ہے۔ نہ انسان خود اپنے دل تک پہنچ سکتا ہے کہ وہ اس کے اندر بند ہے نہ اس کی روحانی گندگی یا سیاہی کو اللہ کے سوا کوئی دھو سکتا ہے کہ روحانی معاملات تو بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح گناہوں کی سزا سے صرف وہی بچا سکتا ہے۔ وہ جسے اپنی پناہ میں لے لے تو کوئی دوسرا انسان یا حکومت اس کو نہیں چھو سکتی۔

پھر ایک اور بات فرمائی جو انتہا ضروری ہے کہ متقی گناہ یا بدی کو جان بوجھ کر دوبارہ نہیں کرتے۔ یہ کیا ہے کہ گناہ بھی انسان کرے پھر توبہ بھی کرے مگر پھر وہی گناہ جان بوجھ کر کرے۔ یہ تو نعوذ باللہ خدا سے مذاق ہو گیا۔ اور انسان کو اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اگر آپ سے کوئی ایسا کرے تو کیا آپ اُسے برداشت کریں گے؟

اگلی آیت یہ ہے کہ جو اس طرح توبہ اور اصلاح کرتے ہیں" وہی ہیں جن کا انعام یا جزا ان کے اپنے رب کی مغفرت ہے اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے"۔ آخرت میں جو ہمیشہ کا گھر ہے اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے یہ جنت عالم ظاہر میں بھی تیار کی ہے۔ مگر اس دنیا میں بھی متقی اللہ تعالیٰ کی مغفرت یعنے پناہ میں آکر شیطان کے ہتھکنڈوں سے اور نفس کے ورغلانے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے دل کے اندر جنت کے باغ کا سا سہانا پن پیدا ہو جاتا ہے جس طرح ظاہری عمدہ باغ کو دیکھ کر دل میں ایک ایسا انبساط پیدا ہوتا ہے وہی حالت اس کے دل میں ہمیشہ رہنے لگتی ہے۔ اور جس طرح نہروں سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے متقی یا نیک انسان سے اسی دنیا میں دوسروں کی خدمت اور فائدے کے کام سرزد ہونے لگتے ہیں۔

آخر میں فرمایا ونعم اجر العملین یعنے عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے۔ اس میں اس بات کو واضح فرمایا کہ خالی ایمان کافی نہیں ایمان اگر صحیح معنوں میں ہے تو اس سے نیک عمل پیدا ہونے چاہیئں ورنہ وہ ایمان ہی ناقص ہے۔

* * *

تعلیمی وظائف

نیا تدریسی سال اپریل ۱۹۸۴ء سے شروع ہو رہا ہے، مرکزی انجمن ہر سال جماعت کے ذہین اور ضرورتمند بچوں اور بچیوں کو تعلیمی وظائف دیتی چلی آرہی ہے نئے تدریسی سال کے لئے درخواستیں جن میں طالب علم کے کوائف تعلیمی قابلیت ۔ مضامین اور والدین کی مالی حیثیت پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل کردہ نمبر مقامی رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ ۔ اپریل ۱۹۸۴ء تک پتہ ذیل پر بھجوائی جائیں۔ "جنرل سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۔ دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶"

از قلم ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب، امریکہ

"چومکھی لڑائی"

"چومکھی لڑائی" کا محاورہ جناب مولانا میرزا مظفر بیگ صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی کے اُن ایام میں زبان زد عام تھا جبکہ آپ جزائر فیجی میں بیک وقت آریہ سماج اور عیسائیت کا مقابلہ کرنے کے علاوہ ان کو اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی نمٹنا پڑتا تھا۔ اس قلمی اور لسانی جہاد کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ آریہ سماج اور عیسائیت کو اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ کے لئے ہتھیار ڈالنے پڑ گئے۔ اور جناب میرزا صاحب کی واپسی ہند (پاکستان) کے بعد ان مذہبی جھگڑوں کا فیجی میں خاتمہ ہو گیا۔

سرزمین امریکہ میں مذہبی نفرت اور منافقت اس درجہ تک نہیں پہنچی کہ اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں ضرورت پیش آئی ہو لیکن ہماری جماعت میں خداوند کریم کے فضل و کرم سے چوہدری مسعود اختر صاحب کا وجود مسعود قلمی جہاد کے رنگ میں مولانا میرزا مظفر بیگ مرحوم کے زمانہ کی یاد دہانی کرتا ہے۔ اور اگر ہم چوہدری صاحب کے لئے چومکھی لڑائی والا محاورہ استعمال کریں تو مبالغہ نہ ہو گا۔

جناب چوہدری صاحب کو اپنے روزگار کے لئے کافی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اس کے باوجود آپ کو اپنے امتحان وکالت کے لئے بھی وقت نکالنا پڑتا ہے اور اس کے لئے آپ ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں آپ مقامی ماہوار رسالہ اسلامک ریویو کے آنریری ایڈیٹر ہیں۔ اس کے لئے اکثر مضامین اور ایڈیٹوریل آپ ہی کو لکھنے پڑتے ہیں۔ رسالہ کی پروف ریڈنگ بھی آپ ہی کرتے ہیں۔ جزائر فیجی سے مولانا حافظ شیر محمد صاحب بسا اوقات ان کے اردو مضامین کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس خدمت کو بخوشی سرانجام دیا۔ اسی قسم کی جنوبی افریقہ سے بھی فرمائش آیا کرتی ہیں جس کی آپ فوری تعمیل کرتے ہیں۔

چوہدری مسعود اختر صاحب ماشاء اللہ وکالت کے کئی ایک مضامین کے امتحانات پاس کر چکے ہیں۔ صرف ایک مضمون باقی رہ گیا ہے۔ بزرگان سلسلہ سے ان کی کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

دلیمہ شادی خانہ آبادی

جناب غلام نبی دین پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیجی کے بہنوئی مسٹر محمد حنیف مع اہل و عیال ہیورڈ HAYWARD کیلی فورنیا میں مقیم ہیں ان کے ایک صاحبزادے کا نکاح تو فیجی میں ہو گیا تھا۔ لیکن دلھن کو امریکہ آنے کے لئے ویزا حاصل کرنے میں ایک سال کا طویل عرصہ لگ گیا تھا۔ دلہن کی آمد پر ۳ مارچ کی شام کو مانک ہوٹل کے وسیع ہال میں دلہا دلھن کے اعزاز میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں دو سو کے قریب مہمان شریک ہوئے۔ خاکسار نے تمہیدی الفاظ کے بعد سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی۔ ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی (خاکسار کے داماد) نے اسلامی نکاح کی ضرورت اور افادیت پر انگریزی میں تقریر کے دوران ان نقائص اور خباثت کو واضح کیا جو آزادانہ زندگی سے امریکہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ امریکن رپورٹ کے مطابق ہر سال ۱۲ لاکھ بچے قبل از پیدائش ضائع کئے جاتے ہیں۔ اور یہ میرے ملک ماریشس کی آبادی ہے۔ دوسرے الفاظ میں امریکن لوگ ہر سال ماریشس کی آبادی کو تلف کرنے کے سزاوار ہوتے ہیں۔ کھانے کا معقول انتظام تھا۔ دعا کے بعد یہ مجلس ایسے شب برخاست ہوئی۔

جماعت احمدیہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا مضمون زیر عنوان بالا نہایت موزوں اور قابل توجہ ہے۔ اُمید ہے یہ مضمون جماعت کے بعض اشخاص کی غلط فہمیوں کو دور کرانے کا موجب ہو گا۔ خاکسار نے ایک خط قریباً اسی مضمون کا ایک ایسے محترم بزرگ کی خدمت میں لکھا تھا جو عملی رنگ میں جماعت سے قطع تعلق کر چکے تھے۔ ان کو جماعت میں ہر دلعزیز بننے اور احترام حاصل کرنے کے لئے میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ انجمن کی ہر ایک تحریک میں حصہ لیں اور مالی رنگ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں غلط فہمیوں کا یہی واحد علاج ہے اور بقول شیخ سعدیؒ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد + آں کہ خود را دید او محروم شد

امریکہ میں فرقہ بندی کے بد نتائج

انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک کے مسلمانوں کے مذہبی تنازعات اور جھگڑوں کے متعلق ایک مضمون پیشتر ازیں اخبار پیغام صلح میں مفصل طور پر شائع ہو چکا ہے امریکہ کے مسلمانوں نے مالی قربانیاں کر کے مساجد تو کھڑی کر دی ہیں اور مسلمانوں کی تعداد بھی روز افزوں ترقی پر ہے لیکن علماء لوگ ان مسلمانوں کو چین سے کہاں بیٹھنے دیں گے۔ سب سے پہلے فسادات کی چنگاری واشنگٹن ڈی سی سے شروع ہوئی اور کافی عرصہ تک مسجد کے دفاتر بند رہے۔ اور کسی امام کو وہاں قرار نصیب نہ ہوا۔ اب مشرقی ساحل سے ان کی ناپسندیدہ باتیں مغربی ساحل کی مسجدوں تک بھی پہنچ گئی ہیں۔

سیکرمینٹو میں پاکستانیوں کی پرانی مسجد ہے جب تک امامت کا کام کم تعلیم یافتہ پاکستانیوں سے چلتا رہا پاکستانی مسلمانوں میں کبھی انتشار پیدا نہ ہوا لیکن ایک خاصے تعلیم یافتہ مولوی کے یہاں آنے سے مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئیں ایک جماعت مولوی کے حق میں ہے دوسری جماعت کو یہ اعتراض ہے کہ یہ مولوی مودودی خیالات کا ہے کئی بار پولیس کو دخل دینا پڑا۔ کورٹ کے ذریعہ مولوی صاحب کو بے دخل کر دیا گیا ہے لیکن ہائی کورٹ میں مولوی صاحب کی جماعت کی طرف سے اپیل دائر کر دی گئی ہے۔ کورٹ نے اب ایک مسلم وکیل کو ووٹ لینے کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

دوسری مسجد جس میں حال ہی میں فساد ہوا ہے وہ سان فرانسسکو سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس مسجد پر مسلمانوں نے ۴۵۰,۰۰۰ ڈالر خرچ

باقی صف کالم ۔۔ پہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رح ایک صاحب حال بزرگ تھے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی بے شمار خوبیوں میں سے سب سے زیادہ قابل رشک اور اعلیٰ خوبی تو آپ کا فہم قرآن اور کلام پاک کا عرفان تھا اور مرحوم کی اسی وصف پر بیشتر مضامین قارئین کے ملاحظہ سے گذریں گے جو میری ناچیز تحریر سے یقیناً بہتر ہوں گے۔ کلام الٰہی سے اس عشق کی طفیل اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو دیگر علوم میں بھی نہایت عمدہ فہم اور ذوقِ سلیم بخشا تھا۔ اور میں اس وقت اسکے متعلق کچھ عرض کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت اقدس کے دلنشیں کلام کے علاوہ مثنوی مولانا روم، خواجہ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور دیگر متصوفین اور اولیائے امت کے کلام سے بھی خاص شغف تھا۔ آپ درس قرآن مجید کے دوران میں اپنے مخصوص انداز میں حضرت اقدس کے کلام اور مثنوی معنوی سے برجستہ اشعار سنایا کرتے تھے جو سامعین پر خاص اثر کرتے اور مضمون کو دلنشیں بنا دیتے۔ آپکے مطبوعہ مضامین بھی جا بجا برجستہ اور موثر اشعار سے مزین ہوتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک صاحب حال بزرگ تھے کلام پاک ایک خاص انداز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے جو سننے والوں کے لئے وجلت قلوبہم کا اثر رکھتا تھا اور اسی طرح فارسی اور اردو کلام بھی بڑے سوز اور ایک خاص کیفیت سے پڑھتے تھے خود بھی وجد میں آجاتے اور سامعین پر بھی وہی کیفیت طاری کرتے۔ سخن فہمی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے ایک خطبہ کے دوران میں فرمایا تھا کہ حضرت اقدس کے صرف ایک شعر کے مطالعہ سے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کا پروگرام تبدیل کر دیا تھا۔ پنشن کے حصول کے بعد مرحوم کو کسی ریاست میں ملازمت پیش کی گئی اور جب انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے استصواب کیا تو حضرت ممدوح نے امام الزمان کا ایک شعر لکھ بھیجا ؎

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند + بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اس شعر کو پڑھ کر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تمام ارادے ترک کر دیئے اور اپنے باقی تمام لمحات خدمت دین میں صرف کر دیئے اور مجدد اعظم جیسی بلند پایہ تصنیف دنیا میں پیدا کی جو ہمیشہ آپ کی یادگار رہے گی۔ یہ واقعہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کیفیت قلبی کا اظہار کرتا ہے اور آپ کے صاحب حال ہونے پر ایک بین دلیل ہے۔

جلسہ سالانہ پر آپ نے قرآن مجید کے جو معارف بیان فرمائے وہ کئی لحاظ سے معرکتہ الآراء تھے شاید اس لئے کہ وہ آپ کا آخری کلام تھا جو احباب جماعت نے سنا تھا اور اس کے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جانا تھا۔ ویسے تو آپ کا درس ہمیشہ دلچسپ اور دلفریب ہوتا تھا مگر یہ آخری درس ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتا تھا۔ اسی درس کے دوران میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دو تین اشعار سنائے جن سے حاضرین مسجد پھڑک اٹھے۔

جلسہ سالانہ کے بعد میں نے مرحوم سے فرمائش کی کہ اگر ان کے پاس وہ پورے اشعار ہوں تو مجھے تحریر کرا دیں۔ مرحوم نے فرمایا کہ وہ خود تمام اشعار لکھ کر مجھے دیدیں گے چنانچہ دو تین دن بعد مرحوم نے وہ تمام اشعار اپنی قلم سے لکھے ہوئے مجھے عطا فرما دیئے۔ مرحوم کی یہ آخری تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔

میری خواہش ہے کہ مرحوم کا یہ آخری تحفہ صرف میری ذات تک محدود نہ رہے بلکہ تمام قارئین پیغام صلح اس سے لطف اندوز ہوں چنانچہ میں وہ تمام اشعار درج ذیل کئے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام ان سے حظ اٹھا کر حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے بلندی درجات کی دعا کریں ؎

مراد در دل بجز از دوست چیزے در نمی گنجد
بخلوت خانہ سلطان کسے دیگر نمی گنجد

درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گرگاہے
اگر بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

ازاں جامے کہ من خوردم نہاں کے ماند اسرارم
شرابِ شوق در جوش است در ساغر نمی گنجد

رموزِ عشق گر خواہی ز لوحِ دل تواں خواندن
کہ حرفے از حکایاتش بصد دفتر نمی گنجد

حسابِ عمر صد عاقل بہ محشر بگذرد یک دم
حسابِ یکدمِ عاشق بصد محشر نمی گنجد

"تنت گر چند موئے شد حجابِ جاں بود درا
میانِ عاشق و معشوق موئے در نمی گنجد

ز بحرِ عشق یک قطرہ ظہورِ سرِ منصور است
بہ ظرفِ ہمتِ عاشق ازیں کمتر نمی گنجد

معینی گر ہمی خواہی کہ سرِ عشق می دانی
مقامش بر سرِ دار است بر منبر نمی گنجد

کیسا پاکیزہ کلام ہے اور جس رنگ میں مرحوم ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا میں سے چند اشعار درس میں سنائے تھے وہ صرف سننے سے تعلق رکھتے تھے غرض یہ کہ ڈاکٹر صاحب مغفور کو اللہ تعالیٰ نے نہایت عمدہ فہم اور ایک اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا جو ان کی شگفتہ مزاجی اور بذلہ سنجی کو چار چاند لگایا کرتا تھا ٭٭

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں (ماخوذ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۸ - اپریل ۱۹۸۴ء - جلد ۷۱، شمارہ ۱۶

باہتمام المبدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۸۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

الہامات حضرت مسیح موعود

جلد: ۷۱ | یوم چہارشنبہ ۲۳ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۵ - اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے

اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے

"اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو کہ اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ و آلہ بعدد ھمہٖ وغمہٖ وحزنہٖ لھذہ الامۃ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے۔"

(برکات الدعا صفحہ ۱۴-۱۵)

خدا از آسماں پیدا کند ہر نوع سامانے

ہر آں کارے کہ گردد از دعائے محو جانانے + نہ شمشیرے کند آں کار نے بادے نہ بارانے

دلبر کے عاشق کی دعا سے جو کام ہو جاتا ہے وہ کام نہ تلوار کر سکتی ہے نہ ہوا نہ بارش

عجب دارد اثر دستے کہ دستے عاشقے باشد + بگرداند جہانے را ز بہر کار یگر یانے

اس کے عاشق کے ہاتھ میں عجب تاثیر ہوتی ہے خدا اس رونیوالے کا کام بنانے کیلئے ایک دنیا کو پلٹ دیتا ہے

اگر جنبد لب مردے ز بہر آنکہ سرگرداں + خدا از آسماں پیدا کند ہر نوع سامانے

اگر اس آدمی کا ہونٹ ہلتا ہے جو خدا کا عاشق ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ہر طرح کا سامان پیدا کر دیتا ہے

ــــ ۶۶۶ ــــ

سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

درحقیقت ہیں وہی لائق ثنا کے واسطے
زندگی جو وقف کرتے ہیں خدا کے واسطے

دولتِ دنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبریا کے واسطے

علم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غرور
رکھتے ہیں سجدے میں سر دائم دعا کے واسطے

انکے اوقاتِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خدا کے واسطے

اپنے بیماروں کی کرتے ہیں مسیحائی بھی وہ
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے

ان کے دل میں ہے محبت انکی باتوں میں خلوص
رحمتِ حق ہیں وہ اخوان الصفاء کے واسطے

کارزارِ زندگی میں ہے، محبت ان کی تیغ
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

ہے جوانی میں عقل ان کی بڑھاپے سے سوا
خضر بن سکتے ہیں خود وہ رہنما کے واسطے

نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دل اور پاکباز
زندگی ان کی ہے زہد و اتقا کے واسطے

سر جھکاتے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے

چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
آنکھ ہے گویا بنی اُن کی حیا کے واسطے

عزم سے ٹلتے نہیں محنت سے کتراتے نہیں
ہے روش اُن کی نمونہ اصفیا کے واسطے

نام سے ان کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام
کام جو کرتے ہیں۔ کرتے ہیں خدا کے واسطے

ولولہ ہے ان کے دل میں خدمتِ اسلام کا
درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفےٰ کے واسطے

(مرتضیٰ خان حسن)

ایک مومن کی پانچ صفات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۴ء فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، بمقام دارالسلام ۵ رعثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور سورۃ آل عمران کی آیات ۱۴ تا ۱۷ "زین للناس حب الشهوات من النساء ..... الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار" کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا کہ :-

میں نے اس وقت سورۃ آل عمران کی چند آیات پڑھی ہیں۔ ان میں سے جو آخری آیت "الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار" میں نے پڑھی ہے اس وقت اس کا مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

اس آیت سے پہلے جن آیات کی تلاوت میں نے کی ہے وہ اس غرض کو سامنے رکھتے ہوئے کی ہے کہ اس آیت کا تعلق موجودہ زمانہ کے حالات کی مناسبت سے ہمارے سامنے واضح ہو کر آجائے۔

سورۃ آل عمران میں عیسائیت کا ذکر ہے۔ عیسائیت اس زمانے کا وہ سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ ہے جس سے بہت پہلے خبردار کیا اور ڈرایا گیا ہے احادیث نبوی میں اس فتنہ کو فتنہ دجال اور یاجوج و ماجوج بھی کہا گیا ہے آنحضرت صلعم اس فتنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ "ما بین خلق آدم الیٰ قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال" یعنی حضرت آدم سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی امر (فتنہ) نہ ہوگا۔ یہی وہ فتنہ ہے جو اس وقت تمام دنیا میں وارد ہے اور قریباً قریباً ساری دنیا اس سے پوری طرح واقف ہو چکی ہے۔ دجال اور یاجوج ماجوج کے الفاظ ہر ایک کی زبان پر آتے ہیں۔ اس زمانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہم بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ ہمیں اس فتنہ سے متنبہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مامور کر کے بھیجا جس نے بطور ایک آسمانی طبیب کے اس فتنہ کی وجہ سے دنیا میں وبا کی طرح پھیلنے والے امراض کی تشخیص کر کے ان کے علاج کے لئے وہ نسخہ بھی ہمیں بتا دیا جس کے ذریعے ہم ان امراض سے بچ سکتے ہیں اور ان میں مبتلا ہو جانے کے بعد شفا پا سکتے ہیں۔ وہ نسخہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق خود قرآن ہی میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ "یایها الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور" اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت (قرآن) آگئی ہے جس میں تمہارے سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ "قل هو للذین آمنوا هدی وشفاء" کہہ دے اس میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے جو ایمان لائے۔ قرآن کریم تمام بنی نوع انسان کے امراض کے لئے ایک مجرب نسخہ اور شفا ہے۔

اس لئے ہمیں

خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

آخری آیت کے مضمون کی طرف آنے سے قبل میں اس سے پہلی آیات کا ترجمہ سنا دیتا ہوں تاکہ عیسائیت کے لائے ہوئے فتنہ کی لائی ہوئی مہلک بیماری کی نشاندہی ہو سکے۔ فرمایا ہے :-

لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشات یعنی عورتوں۔ بیٹوں۔ ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی، پلے ہوئے گھوڑوں۔ مویشیوں اور کھیتوں کی محبت بہت بھلی لگتی ہے لیکن اس کی حقیقت کوئی نہیں کیونکہ یہ تو متاع الحیٰوۃ الدنیا ہے یہ اس عارضی زندگی کا چند روزہ سامان ہے اس کے برعکس اللہ کے پاس بہترین ٹھکانہ ہے۔ دنیا نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا کر اسکی پرستش میں لگ گئی ہے اور اس میں اسقدر غرق اور منہمک ہو گئی ہے کہ اللہ سے بہت دور جا پڑی ہے۔ باقی اقوام عالم کا تو کیا ذکر خود اللہ کا نام لینے والی مسلمان قوم بھی خدا کو فراموش کر کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئی ہے۔ ہم بھی جنہیں خاص طور پر وقت پر خبردار کیا گیا ہے اور ہم نے اسے سمجھ لیا ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ :-

"کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں؟ وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں رہنے والے ہیں اور ان کے لئے وہاں پاک ساتھی اور اللہ کی رضامندی ہے۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔" ایک دوسرے مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی دوسری بہت سی نعمتوں کو گنا ہے یہ فرمایا ہے "ورضوان من اللّٰہ اکبر" ان تمام نعمتوں کی نسبت سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضوان ہے۔ اللہ اپنے بندے سے راضی ہو جائے تو اس سے بڑھ کر دوسری اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے۔ اس بات کو سمجھ اور اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے اور اس صداقت اور حقیقت کو مضبوطی کے ساتھ اپنے پلے باندھ لینا چاہیئے کہ مومن کے لئے خوشنودی اور راحت کا سامان صرف اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے صحابہ کرام کو جنہوں نے دنیا کی محبت اور اپنی خواہشات نفسانی کو کچل دیا اللہ تعالیٰ نے یہ سرٹیفکیٹ دیا "رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه" اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جانے کا یہ مفہوم ہے کہ اس پر جو قضاء و قدر وارد ہو وہ اسے اللہ کی

راہ میں خوشی سے قبول کر لے اور اسے اپنے حق میں بُرا نہ سمجھے۔ یہ اس کا اللہ سے راضی ہونا ہے۔ اور اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ ہے کہ بندہ اس کے احکام پر وفاداری کے ساتھ عمل کرے اور جن باتوں سے اس نے روکا ہے یعنی نواہی سے باز رہے۔ اللہ کی یہ رضا ہے کہ اس کو اپنا حاکم اور مالک سمجھ کر اس کے آگے گردن نہادہ ہو جائے تب اس کو اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے۔

چونکہ انسان کمزور ہے اس لئے اس سے گناہ اور کمزوریاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ شیطان اس کو اللہ کے راستے سے بھٹکانے کے لئے ہر وقت اس پر حملہ آور ہوتا اور اسے پھسلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو ایسے لوگ اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں۔ ربنا اننا امنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہمارے گناہ بخش اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ آگ جس سے انسان بچنے کی دعا کرتا ہے اس زندگی میں بھی ہوتی ہے اور آئندہ ابدی زندگی میں تو نار ہے ہی۔ اس آگ سے بچنے کی دعا کرنے والا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور گرفت سے ڈرتا رہتا ہے اگر اس کے دل میں گناہ اور لغزشوں کا احساس زندہ ہے۔ یہ احساس اگر مٹ جائے تو پھر یہ آگ اسے گھیر لیتی ہے اور اس کے لئے کوئی ٹھنڈک باقی نہیں رہتی۔

اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اس آخری آیت میں ایک مومن کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلی صفت ہے الصّٰبرین یعنی صبر کرنے والے اور صبر کا مطلب ہے تنگی کے اندر اپنے آپ کو روک رکھنا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے والصّٰبرین فی البأساءِ والضرآءِ وحین البأس۔ تکلیف، تنگی اور مقابلہ کے وقت میں صبر کرنے والے" اولٰئک الذین صدقوا ؕ واولٰئک ھم المتقون۔ جن لوگوں کے اندر صبر کی صفت پائی جاتی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو سچ کر دکھاتے ہیں اور یہی متقی ہیں۔

جو انسان تنگی اور تکلیف میں اپنے اوپر قابو رکھنا۔ اچھی بات کے لئے قدم اٹھانا الصبر علی المعصیۃ کا نمونہ دکھانا یعنی جن باتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو ان سے اپنے آپ کو روکنا۔ اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے میں استقامت اور ثابت قدمی دکھانا اور مصیبت میں بھی جو اس پر واقع ہوا سے قضا و قدر سمجھ کر اس پر راضی رہتا ہے ایسے ہی شخص سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ انسان کی ترقی کے لئے خواہ وہ دنیوی ہو یا روحانی صبر ایک بنیادی صفت ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے۔

دوسری صفت جو یہاں بیان ہوئی ہے وہ "الصٰدقین" ہے کہ مومن سچ بولتا ہے اور سچ کر دکھاتا ہے۔ سچ بولنا انسان کی بڑی خوبی ہے آنحضرت صلعم کا نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ آپؐ نبوت کے مقام پر فائز ہونے سے پہلے بھی صادق اور امین تھے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کی صفت ہے کہ انسان کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولے خواہ سچ بولنے میں اسے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کے کامل متبع اور مسیح موعود کے صدق کے واقعات پڑھے اور سنے ہوئے ہیں کہ آپ نے ہر حالت میں سچ بولا۔ اپنے لئے کسی نقصان اور خطرہ کی پرواہ نہ کی پچھلے خطبہ میں بتایا گیا تھا کہ آپ نے جھوٹ کو کبھی قبول نہیں کیا۔ اپنی جماعت کے سامنے بھی یہی نمونہ قائم کیا۔ اس جماعت کے اندر ہم نے بہت سے صدق کے نمونے دیکھے ہیں۔ " رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ " وہ مرد جنہوں نے سچ کر دکھایا جو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے اس پر پورا اترنا یہ صادقین کی علامت ہے۔ وہ اس عہد کو پورا کرنے میں پوری ثابت قدمی اور استقامت دکھاتے ہیں خواہ حالات ان کے لئے کتنے ہی ناساعد اور مخالف کیوں نہ ہوں۔ وہ ہر مشکل کا مقابلہ پوری پامردی اور جوانمردی سے کرتے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے ساتھ حالات کا رُخ پھیر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام بھی صادق ہے " لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق " یہ الفاظ سورۃ فتح کے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ایک رؤیا دکھایا اور اسے سچ کر دکھایا۔ " ومن اصدق من اللہ قیلا " اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے۔ جب سچ بولنا اللہ کی صفت ہے اور انسان کو اللہ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم ہے تو وہی لوگ صادق ہوتے ہیں تو اس صفت کو اپنے اندر پیدا کر لینے اور اس کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ تنگی ہو یا خوشحالی صبر اور صدق دکھانا یہ مومن کے اعلیٰ درجہ کے وصف ہیں۔

صبر اور صدق کے ساتھ مومنوں کو قانتین ہونے کی بھی ضرورت ہے ان کے اندر خضوع۔ عاجزی اور انکساری بھی ہو۔ اگر کوئی صابر اور صادق ہے لیکن اسے اس پر گھمنڈ اور فخر ہے کہ میں صبر کرنے والا اور سچ بولنے والا ہوں تو اس کی یہ صفات داغدار ہو جاتی ہیں انہیں صالح پھل نہیں لگتا مومن کے لئے لازمی ہے وہ عاجزی اختیار کرے۔ جو نیک کام وہ کرتا ہے اس پر زبان اور عمل سے کسی طرح کا تکبر اور غرور کا اظہار نہ کرے کیونکہ اس سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا

خدا کے بندے وہ لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ چلنے سے مراد یہی نہیں کہ جب وہ کسی راستے پر چلتے ہیں تو انکساری دکھاتے ہوئے چلتے ہیں بلکہ وہ اپنی زندگی کے ہر عمل میں عجز و انکسار کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی قول اور فعل ایسا نہیں ہوتا جس سے تکبر اور غرور کی بُو آتی ہو۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے کسی صورت میں برتر نہیں سمجھتے عاجزی کی یہ صفت ان کے ظاہر و باطن میں نمایاں ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کسی اکڑ اکڑ کر چلنے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ عاجزی اور انکساری انسان کی بلندی اور عظمت کی دلیل ہوتی ہیں نہ کہ اس کے کمتر ہونے کی۔ چونکہ عاجزی اللہ کو پسند ہے اس لئے مومن بھی قانتین ہوتے ہیں۔ صبر، صدق اور انکساری کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور انسان کی روحانی شخصیت کی تعمیر و تربیت میں ان صفات کا بڑا نمایاں کردار ہے۔

میں اپنے بچوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلاتا ہوں کیونکہ وہ ابھی اپنی عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ابھی ان کی عادات بن رہی ہیں جب انسان بڑا ہو جائے تو اس کی عادات پختہ ہو جاتی ہیں اور ان کا بدلنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر وہ اپنے بچپن میں ہی اعلیٰ درجہ کی صفات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں اپنے اندر پیدا اور پختہ کر لیں گے تو آگے چل کر زندگی ان کے لئے آسان اور پُرمسرت ہو جائیگی۔

دنیا کے حالات پر غور کریں۔ جہاں دنیا کی محبت نے دل میں گھر کر لیا ہے وہاں سے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفات اور اقدار خارج ہو گئی ہیں۔ نہ ان میں صبر ہے نہ صدق اور قنوت۔ اگر یہ تینوں صفات ایک انسان کے اندر پائی جائیں اور ان کا اثر اس کی اپنی ذات پر ہی نہیں دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور اگر نہ ہوں تب بھی دوسرے ان سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

مومنوں کی چوتھی صفت "المنفقین" جو اس آخری آیت میں بیان ہوئی ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہے یعنی مومن خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ بخیل اور تنگ دل نہیں ہوتے۔ منفقین جو لفظ یہاں استعمال ہوا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر یا اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے دوسرے دولت بڑھانے کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ یہ لفظ اس کے برعکس انفاق فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ومن یوق شح نفسہ فقد رحم جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں اپنے نفس کو بخل سے بچا لیا اس پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہو گیا۔ جن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کشادگی اور کشائش پیدا کر دیتا ہے وہ مال کی محبت میں اس قدر مبتلا نہیں ہوتے۔ اگر پہلی تین صفات صبر۔ صدق اور قنوت کے ساتھ یہ چوتھی صفت انفاق فی سبیل اللہ کی بھی پیدا ہو جائے تو اس سے انسانی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

بعض اوقات انسان خرچ کرنے کے بعد بڑی بڑی لغزشیں کر بیٹھتا ہے۔ جن سے وہ اپنے اجر کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیتا ہے۔ کبھی انسان کچھ دے کر اس پر دل میں تکبر کرتا ہے اور احسان جتاتا ہے اور گِن دیتا ہے۔ اس طرح گِن کر یا احسان جتا کر اور یا اس کی وجہ سے دکھ دے کر اپنے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی۔ اپنے صدقات کو احسان جتلا کر یا دکھ دے کر ضائع نہ کرو۔ بعض لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں یا خرچ کرنے کے بعد توقع کرتے ہیں کہ انہیں اس کا بدلہ ملے اور اگر نہ ملے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنا خرچ کیا ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملا ہے اور ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے۔ جو اللہ کے لئے دیا ہے اس کا اجر اسی سے مانگنا چاہیئے۔ اسے بھول جانا اور اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ اس وجہ سے دوسروں کو اثر انداز کرنا چاہیئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے۔ اس پر اپنے دل میں اترانا۔ اس کا بوجھ محسوس کرنا اور اس کی وجہ سے دوسروں پر کسی قسم کا بوجھ ڈالنا اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ جو کوئی تھوڑا بہت دیتا ہے اس کا اجر اللہ تعالےٰ سے مانگے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ کئی گنا واپس کر دیتا ہے۔

پانچویں اور آخری صفت "والمستغفرین بالاسحار" ہے۔ یہ وہ صفت ہے کہ جس کے بغیر نہ ایک مومن کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے اور نہ وہ کسی اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اس کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے لیکن اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے کیونکہ اگر یہ صفت نہ ہو تو دوسری چار صفات بھی انسان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ نہ اس میں صبر پیدا ہو سکتا ہے اور نہ صدق۔ نہ وہ عاجزی اختیار کر سکتا ہے اور نہ اس کا دل بغیر ریا کے انفاق فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مومن کے تعلق کا واحد ذریعہ ہے جس سے اس کو اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ صبح کے اوقات میں اٹھ کر استغفار کرنا مومن کی ترقی کا آخری درجہ ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے صبح سویرے فکر سے آنکھ کھل جاتی ہے لیکن اگر نہیں کھلتی تو اللہ کے سامنے گرنے کے لئے۔ بچوں کو ہم اس لئے تکلیف نہیں دیتے کہ مستغفرین بالاسحار کے گروہ میں وہ شامل ہوں۔ کیونکہ ہمارے خیال میں ان کی صحت خراب ہوتی ہے۔ یہ ایک وہم ہے کہ اگر بچہ صبح سویرے جاگے گا تو اس کی صحت خراب ہو جائے گی لیکن ہم نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو عام نمازوں میں شامل ہونے کے لئے ترغیب نہیں دیتے اور نہ ہم خود اس کا التزام کرتے ہیں۔

اگر سکولوں کا وقت صبح سویرے کر دیا جائے تو سب لوگ اپنے اپنے بچوں کو اٹھا کر تیار کر دیں۔ میں سویڈن میں تھا۔ وہاں سردیوں میں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ وہاں ہمارے وقت کے مطابق آدھی رات ہوتی ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچے سکولوں کو جا رہے ہوتے ہیں اور بڑے لوگ اپنے اپنے کام کاج پر۔ دنیا کے دھندوں کے لئے لوگ وقت پر اٹھنے اور تیار ہونے کے لئے الارم والی گھڑیاں رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو جگانے کے لئے تاکیدیں کرتے ہیں۔ لیکن نماز کے لئے بہت کم۔ ہمارے ہاں یہ بڑی کمی ہے ہمیں یہ کمی پوری کرنی چاہیئے۔ رات کو دیر تک جاگنے کے لئے مغربی سوسائٹی کی طرح ہماری سوسائٹی میں بھی جو اشغال پیدا ہو گئے ہیں اور جو لغویات کے ذیل میں آتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔ عباد الرحمٰن کی قرآن کریم میں جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اذا مرّوا باللغو مروا کراما۔ جب لغو پر گذرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر گذرتے ہیں رات کو ان لغویات میں مصروف ہونے کے بجائے یبیتون لربھم سجدا وقیاما۔ اسے اپنے رب کے آگے سجدہ کرتے اور کھڑے ہو کر گذارتے ہیں۔ رات کو اگر سویرے سو جائیں تو اللہ تعالےٰ سویرے اٹھنے کی توفیق دے دیتا ہے کیونکہ انسان کے لئے دن بھر میں جتنے آرام اور نیند کی ضرورت ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جلدی سو جاؤ اور سونے سے پہلے یہ ایک دعا سکھائی ہے کہ اسے پڑھ لیا کرو۔ یہ دعا

ایک مجرب نسخہ کیمیا ہے ۔ آپ بھی اسے یاد کرلیں اور پڑھا کریں۔ وہ دُعا یہ ہے :۔

اَللّٰھُمَّ اسلمت نفسی الیك و وجھت وجھی الیك و فوّضت امری الیك وَ الجأت ظھری الیك رغبۃً و رھبۃً الیك ۔ لا ملجاء ولا منجاء منك الّا الیك ۔ اٰمنت بکتابك الذی انزلت و بنبیّك الذی ارسلت۔

ترجمہ :۔ "اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے حوالے کیا اور اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا اور تجھے اپنی پشت پناہ بنایا تیری طرف رغبت سے مگر ساتھ ہی ڈرتے ہوئے آتا ہوں ۔ تیری پکڑ سے کوئی پناہ نہیں یا نجات نہیں سوائے تیرے ۔ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی پر جسے تو نے بھیجا ۔"

اپنی روح کو حاضر کرکے اگر یہ دعا پڑھی جائے تو یہ بے خوابی کا بہت اعلیٰ نسخہ ہے ۔ دنیا کے غموں سے نجات اور اچھی نیند کے لئے یہ بڑی موثر دوا ہے ۔ آپ اسے آزما کر دیکھیں اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ آپ حضرت مسیح موعود کی جماعت اور احمدی ہیں ۔ حضرت صاحب اس زمانے کے مفاسد اور امراض روحانی کے لئے ایک طبیب اور معالج بن کر مبعوث ہوئے تھے اس زمانے کا سب سے بڑا فتنہ اور مرض دنیا کی محبت اور اس میں انہماک کیوجہ سے اللہ سے دوری ہے ۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے " الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا " ان لوگوں نے اپنی ساری کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے وقف کردی ہیں اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ صنعت کے بڑے بڑے اعلیٰ کام کر رہے ہیں ۔ لیکن ان کی یہ کوششیں بیکار جائیں گی کیونکہ ان کے یہ اعمال اللہ کی باتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کے مترادف ہیں۔ اس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلے گا۔ یہ شاخ نازک پر بنی ہوئی دجالی تہذیب کے اثرات ہیں جن سے ہم بھی متاثر ہو رہے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود ان کی بیخ کنی کے لئے تشریف لائے تھے ۔ اس زمانہ کے فتنوں سے آنحضرت صلعم نے بھی بہت ڈرایا تھا جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں اور حضرت مسیح موعود نے بھی بڑے واضح اور واشگاف الفاظ میں ڈرایا ہے اور آپ نے چاہا ہے کہ آپ کی جماعت دوسرے لوگوں کے لئے ایک نمونہ بن جائے اور اس کے لئے ہم سے ایک عہد بھی لیا ہے ۔ اگر ہم اس عہد کو پورا نہ کر کے صادقین نہ بن سکیں تو ہم آپ کی جماعت شمار نہیں ہو سکتے ۔ انسان کسی وقت بھی اللہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے ۔ اور اللہ اسے قبول کر لیتا ہے ۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارا انجام بھی دوسرے لوگوں کے انجام سے مختلف نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ اللہ کے روحانی قوانین بھی ایسے ہی اٹل ہیں جیسے مادی دنیا کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اعمال بجالانے کی توفیق دے ۔ آمین!

— * * * —

تعلیمی وظائف

نیا تدریسی سال اپریل ۸۴ء سے شروع ہو رہا ہے ۔ مرکزی انجمن ہر سال جماعت کے ذہین اور ضرورت مند بچوں اور بچیوں کو تعلیمی وظائف دیتی چلی آرہی ہے نئے تدریسی سال کے لئے درخواستیں جن میں طالب علم کے کوائف تعلیمی قابلیت، مضامین اور والدین کی مالی حیثیت، پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل کردہ نمبر مقامی رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ اپریل ۸۴ء تک پتہ ذیل پر بھجوائیں ۔

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۔ دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ ۔

زکوٰۃ کا مہینہ

زکوٰۃ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے اور علمائے دین نے رجب کا مہینہ زکوٰۃ کے لئے مقرر کر رکھا ہے ۔ ہمارے احباب باقاعدگی سے ہر سال اس ماہ مبارک میں اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں بھیجتے ہیں ۔ امید ہے ہمارے دوست بدستور زکوٰۃ مرکز میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں گے ۔ مرکز کی طرف سے اس سلسلہ میں ایک چٹھی بھی بیرونی جماعتوں کو بھجوائی جا چکی ہے ۔ (ادارہ)

خدمتِ دین کے لئے موقعہ

انجمن کو اپنے دفاتر اور شعبہ تبلیغ میں کام کرنے کے خواہشمند نوجوانوں کی ضرورت ہے ۔ کم از کم تعلیمی استعداد میٹرک پاس ہونی چاہیئے مرکز میں دو سالہ تربیت دی جائے گی اور اس دوران انہیں ۳۵۰ روپے ماہوار وظیفہ علاوہ رہائش و خوراک دیا جائے گا ۔ موزوں نوجوانوں کو انجمن اپنے خرچ پر فنی / تدریسی اداروں میں داخل کرائے گی۔ دو سال کے بعد ان کی قابلیت و استعداد کے مطابق انہیں شعبہ تبلیغ یا دفتر میں باقاعدہ ملازمت دی جائے گی ۔ امید واروں کو تحریری درخواستیں معہ نقول اسناد اپنے حلقہ کے رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰۔اپریل ۸۴ء تک بھجوانی چاہئیں ۔

درخواستیں " جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ " کے پتہ پر ارسال کی جائیں۔

اعتذار :۔

* سہو کتابت سے گذشتہ شمارہ کے صفحہ اوّل پر ۱۸۔اپریل ۸۴ء کے بجائے ۲۱۔اپریل لکھا گیا ہے اس کو ۱۸۔اپریل ۸۴ء پڑھا جائے ۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے ۔ (ادارہ)

از جناب مولانا مصطفےٰ خاں صاحب،

خُلقِ عظیم کا ایک نمونہ

(۱)

جنگ اُحد میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فوج کو ترتیب دیا تو پچاس سپاہیوں کا ایک دستہ ایک درّے پر متعین کر دیا اور حکم دیا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم اس جگہ پر کھڑے رہنا اور کسی حالت میں بھی درے کو نہ چھوڑنا۔

جنگ شروع ہوئی دونوں طرف کی فوجوں نے اپنے حوصلے نکالے۔ مگر کفار اسلامی فوج کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر ہزیمت کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا اور جو مال غنیم چھوڑ کر بھاگا جا رہا تھا قبضہ میں لینا شروع کیا درے والے سپاہی سمجھے کہ خدا کے فضل سے فتح ہو چکی۔ اب یہاں ٹھہرنا کیا ضرور ہے وہ بھی آگے بڑھے اور درّہ خالی رہ گیا۔ دشمن نے یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر درے کی طرف سے مسلمان فوج پر حملہ کر دیا اور جو فوج بھاگ رہی تھی وہ پھر سامنے سے حملہ آور ہوئی۔ اب مسلمان نرغہ میں پھنس گئے۔ دونوں طرف سے غنیم ٹوٹ پڑا اسلامی فوج درہم برہم ہو گئی خود آنحضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی مبارک پر زخم آیا۔ جنگ کے اس ریلے میں حضورؐ ایک مرتبہ ایک ڈھلوان کی طرف اترنے پر مجبور ہو گئے دشمن نے سمجھا کہ آنحضرتؐ بھی معاذ اللہ کام آ گئے۔ غنیم نے جب یہ فاتحانہ نعرہ لگایا تو بعض مسلمانوں کے دل سہم گئے۔ اس وقت آنحضرت صلعم سے نہ رہا گیا آپ نے فرمایا الیّ عباد اللہ اے خدا کے بندو میں یہاں موجود ہوں۔ میری طرف آؤ۔ مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔ انھوں نے آنحضرت صلعم کو تو اپنی حفاظت میں لے لیا اور دشمن پر اس شدت سے ٹوٹ پڑے کہ غنیم شکست کھا کر بھاگے مسلمانوں نے پھر اس کا تعاقب کیا۔ اب کی دفعہ دشمن ایسا بھاگا کہ نظر سے غائب ہو گیا۔

(۲)

اگرچہ اس جنگ میں بھی آخر مسلمانوں ہی کو فتح نصیب ہوئی مگر یہ فتح بہت نقصان کے بعد ہوئی۔ ستّر صحابی شہید ہوئے۔ آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اس نقصان جان کے سبب مدینہ کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ مسلمانوں کی چھوٹی قوم میں سے اس قدر قیمتی انسانوں کا فقدان ناقابل تلافی نقصان تھا اور اس تمام مصیبت کی ذمہ داری بظاہر ان سپاہیوں پر تھی جنھوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے خلاف درہ کو خالی چھوڑ دیا اور اس طرح غنیم کو حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ مگر رحمۃ للعالمینؐ کو خدا نے اس قدر وسیع قلب دیا تھا کہ ان سپاہیوں کو سزا تو کیا پوچھا تک نہیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ آج کل کا زمانہ ہوتا تو ایسے لوگوں کا کورٹ مارشل ہوتا اور خدا جانے کیا سزا تجویز ہوتی مگر آنحضرت صلعم کے قلب مبارک نے ان کے اس قصور کو محسوس بھی نہیں کیا۔ خود خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کی اس وسعت قلب اور نرم دلی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا انفضوا من حولک (۳ : ۱۵۸)

یہ خدا کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے بہت نرم دل واقع ہوئے ہو اگر تم ترش رو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔

(۳)

ٹھیک اسی طرح کا ایک واقعہ مگر بہت چھوٹے پیمانہ پر حضرت اقدس کے متعلق ہے جو میرے خیال میں ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا۔ اور چونکہ یہ میرے اپنے گھر کی کہانی ہے اس لئے میں اسکو احباب کے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے پیش کئے دیتا ہوں۔

جس عید الاضحےٰ کو حضرت اقدس نے عربی میں خطبہ الہامیہ دیا اس دن والد مرحوم بھی قادیان ہی میں تھے اور خطبہ الہامیہ کے سامعین میں سے تھے حضرت اقدس کے زمانہ میں عیدین کے موقعہ پر احباب دوسرے مقامات سے بھی حضرت اقدس کی زیارت اور مواعظ حسنہ سننے کے لئے قادیان آ جاتے تھے اور ایک مجمع کی صورت بن جاتی تھی۔ اس عید کے موقعہ پر بھی حضرت والد مرحوم اپنے دوست حضرت شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی کی معیت میں قادیان آئے ہوئے تھے یہ وہی شیخ محمد حسین ہیں جن کا ذکر حضرت صاحب کی ابتدائی کتابوں میں ہے۔

شیخ صاحب ممدوح پٹیالہ کے منشی خانہ (دفتر وزیر خارجہ) میں مراسلہ نویسی کی خدمت پر مامور تھے۔ اور نہایت اعلےٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ مجھے ان سے شرف تلمذ بھی تھا کہ خوشخطی میں مجھے اصلاح دیا کرتے تھے۔

عید کے دن صبح کو مولوی عبدالکریم صاحب نے حسب معمول حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج عید کا دن ہے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں اگر حضور کچھ فرما سکیں تو نہایت مفید ہوگا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا آج رات کو مجھے الہام ہوا کہ ہم تم سے ایک مجمع میں عربی میں تقریر کرائیں گے شاید وہ مجمع یہی ہو۔

(۴)

غرض نماز عید کے بعد حضرت اقدس خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور عربی میں خطبہ شروع کیا۔ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم لکھنے لگے۔ والد مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت نے جب پہلے دو جملے فرمائے اور وہ مقفیٰ تھے تو مجھے خیال گذرا کہ تقریر میں مقفیٰ عبارت کا التزام کیونکر نبھ سکے گا۔ مگر حضرت نے برابر مقفیٰ عبارت ہی میں تمام خطبہ دیا جو علم و معرفت کا ایک بحر ذخار تھے۔ دوران خطبہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کبھی کبھی پوچھ لیتے تھے کہ حضرت یہ لفظ سین سے ہے صاد سے

حضرت اقدس بتا دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی اس لفظ کا مادہ بھی فرما دیتے تھے سیدنا محمود احمد صاحب ابھی بچے تھے وہ جلسہ کے اندر پھرتے تھے اور ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے یہ بھی کہا کہ یہ سب الہام ہے۔ والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت صاحب جب خطبہ دے رہے تھے تو مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ

"خود تو میرزا عربی سے نابلد ہے البتہ مولوی نور الدین وغیرہ عربی میں کتابیں لکھ دیتے ہیں اور وہ اپنے نام سے شائع کر دیتا ہے"

آکر دیکھیں کہ یہ دونوں مولوی جو علامہ دہر ہیں کس طرح حضرت اقدس کے سامنے طفل مکتب بنے بیٹھے ہیں۔ خطبہ ختم ہوا تو حضرت اقدس سجدۂ شکر میں گر پڑے اور تمام جماعت نے آپ کی اقتدا کی۔ جلسہ ختم ہوا تو والد مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نے جب پہلے دو جملے مقفیٰ فرمائے تو میں ڈرا کہ مقفیٰ عبارت کا التزام تقریر میں قائم رکھنا تو ناممکن ہوگا حضرت اقدس نے فرمایا مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی میرے سامنے سرخ روشنائی میں لکھے ہوئے فقرے آتے جاتے تھے۔ جب وہ فقرے آنے بند ہوگئے میں بیٹھ گیا۔

(۵)

اب حضرت اقدس کو اس کے چھپوانے کی فکر ہوئی۔ حضرت چاہتے تھے کہ یہ بہترین اہتمام سے چھپے۔ شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی تو وہیں تھے یہ فن خطاطی اور کتابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان کے دونوں خط عربی اور اردو لاجواب تھے۔ حضرت کو خیال آیا کہ شیخ صاحب ممدوح کو یہاں ٹھہرا لیا جائے اور ان کو دفتر سے چھٹی دلوائی جائے چنانچہ یہ قرار پایا کہ والد مرحوم حضرت کا سفارشی خط کرنل عبدالمجید صاحب میر منشی (وزیر خارجہ ریاست پٹیالہ) کے نام لے جائیں اور چھٹی منظور کرا کے قادیان فوراً اطلاع دیں اسی قرارداد کے مطابق شیخ صاحب تو قادیان ٹھہر گئے اور والد مرحوم خط لیکر پٹیالہ چلے آئے اور دوسرے ہی دن میر منشی صاحب کے مکان پر چھٹی کی غرض سے گئے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ صاحب ممدوح ریذیڈنٹ صاحب سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گئے ہوئے تھے۔ اب والد مرحوم سے یہ فروگذاشت ہوئی کہ اس امر کی اطلاع قادیان نہ بھیجی۔ غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ چھٹی منظور کرا کے ہی اطلاع دوں گا۔ اس ضمنی اطلاع سے کیا فائدہ؟

"قادیان میں جب والد مرحوم کا خط نہ پہنچا تو شیخ صاحب کو خیال ہوا کہ بات یہ تھی کہ شیخ صاحب ادھیڑ عمر کے آدمی۔ قوم کے شیخ رہنے والے یو۔پی کے عادات و اطوار میں نہایت باقاعدہ اور مقطع وضع کے پابند شرافت، نجابت کے پتلے پینے کا کھٹکا ہو تو ہم جانیں ادھر جس حاکم سے ان کا پالا پڑا وہ قوم کے راجپوت صدر کے اہلکار۔ نشۂ حکومت میں سرشار زمانہ کونسل آف ریجنسی کا جس کی حکومت کی گرفت صدر کے اہلکاروں پر نہایت ڈھیلی تھی اس پر میر منشی صاحب ریذیڈنٹ صاحب بہادر کے بڑے یار کہ ان کے بل بوتے پر کونسل سے اپنی من مانی منواتے تھے اور اپنے حکم کے خودمختار راجہ بنے بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب کو خیال آیا ہوگا کہ دفتر سے غیر حاضر ہو گیا اگر میر منشی صاحب بگڑ گئے تو اس شیر ببر کی دھاڑ کون سنے گا۔ ممکن ہے کہ ملازمت سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں اس کے ساتھ شیخ صاحب کو اپنی خدمات کا بھی خیال تھا اور پاس ادب سے خاموش تھے مگر ظہر کے وقت جب حضرت مسجد میں تشریف لائے تو شیخ صاحب نے نہایت ادب سے دبی زبان سے اتنا عرض کیا کہ حضور چھٹی کے متعلق خط نہیں آیا۔ حضرت کی فراست تو نور الٰہی سے منور تھی خدا جانے شیخ صاحب کے دلی خیالات ان پر آئینہ ہو گئے فوراً فرمایا کہ ہاں شیخ صاحب میری رائے میں آپ فوراً روانہ ہو جائیں نوکری کا معاملہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آجائے۔ یہ سن کر شیخ صاحب تو بعد از نماز ظہر یکے پر سوار ہو کر پٹیالہ روانہ ہو گئے اور والد صاحب مرحوم پھر میر منشی صاحب کی خدمت میں گئے انھوں نے چھٹی منظور کر لی۔ چنانچہ والد مرحوم نے قادیان خط لکھ دیا۔ اب خط قادیان پہنچا اور شیخ صاحب پٹیالہ پہنچ گئے اور صبح دفتر بھی چلے گئے اور تیسرے پہر جب والد سے ملے تو وہ ان کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے اور پوچھا کہ آپ کس طرح آگئے میں نے تو چھٹی کی اطلاع کر دی تھی۔ انہوں نے فرمایا آپ کا خط نہیں پہنچا تھا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے مجھے فوراً روانہ ہونے کے لئے حکم دیا۔ والد مرحوم کو بڑی تکلیف ہوئی اور شیخ (محمد حسین) صاحب کو قادیان واپس جانے کے لئے کہا مگر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب تو حضرت صاحب نے کوئی اور انتظام کر لیا ہوگا مگر والد صاحب کو افسوس ہوا کہ حضرت صاحب کے دل میں خیال بلکہ ملال ہوگا کہ عجیب ہوشیار آدمی ہے جو یہ معمولی سا کام بھی سرانجام نہ دے سکا آخر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو بڑے الحاح سے معذرت کا خط لکھا جو حضرت صاحب کو سنایا گیا جس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ کوئی تشویش والی بات نہیں۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے والد صاحب کو لکھا کہ:

"بھائی جان! میرا امام ایسا نہیں کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جایا کرے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ نے نہایت وسیع قلب دیا تھا۔

ضرورت ہے کہ ہم بھی اسی قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں

* * **

حضرت نبی کریم صلعم کے آداب ملاقات

مسلمانوں میں آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کیا تھے دوستوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا۔ لہٰذا آداب ملاقات کے چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں تا ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے (ہمارے دو متمول مسلمان غور کریں جو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے متوقع بنے ہیں) کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دے آپ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے اور السلام علیکم کہہ کر اذن طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک دفعہ حضور صلعم سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے نہیں سُنا۔ حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہؐ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسولؐ اللہ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعد نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلعم نے پھر تیسری مرتبہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ واپس چلے سعدؓ نے جب آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرما دیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دُعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انھوں نے آپ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدّا ڈال دیا لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدّا آنحضرت صلعم اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے درمیان خالی رہا۔ (آجکل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں) مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کر کے اور اجازت لے کے آئے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارا کیا اندر آ سکتا ہوں۔ آپؐ نے صحابہ رضہ کو فرمایا کہ جا کر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھا دو۔ یعنی پہلے سلام علیک کرے پھر اجازت مانگے۔

آپؐ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپؐ نے اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ اس میں بھی شامل ہو جاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے اکرموا کریم کل قوم۔ یعنے ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو۔ لیکن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا ہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنے اگر ہو تو اس کی امداد کی جائے صحابہ رضہ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپ بلا وجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن حزام صحابی نے آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے خلوت میں انہیں جو مانگا تھا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنے دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنے لینے والا) اس نصیحت کا اب اثر حضرت حکیم بن حزام پر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے مسجد نبوی میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو ردائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ ایک دفعہ مقام جعرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور آپؐ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اسکے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا پھر رضاعی ماں آئیں آپؐ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

* * *

جالینوس کے قلم سے

وجودِ باری تعالےٰ اور توحید (کلام مجید کے آئینے میں)

* اس دور میں آپ کسی ملک اور کسی قوم کا بھی اگر بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا بیشتر طبقہ دہریت کی طرف جا رہا ہے اختلافی مسائل اور مذہبی معاملات میں تنا زعات پر بہت بحث ہو رہی ہے مگر بنیادی چیز پر کوئی توجہ نہیں کہ جو لوگ خدا کے وجود سے ہی عمداً یا سہواً قولی، فعلی یا معنوی اعتبار سے انکار کرتے ہیں اس کا کیا علاج کیا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے ایک مشہور صحافی اور سیاست دان کے ساتھ ایک بڑے دردمند مسلمان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا (اب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں ہیں) گفتگو کے دوران یہ بات چل نکلی کہ اختلافات پر بہت کچھ لے دے ہو رہی ہے کیا دہریت اور خدا کے انکار کے خلاف بھی کچھ مہم شروع کرنے کا خیال ہے یا نہیں۔ مگر کچھ ہو رہا ہوتا تو بات آگے چلتی۔

* دراصل ہستی باری تعالےٰ کے دلائل کے لئے کبھی ہمیں سوائے قرآن کریم کی تعلیم کے اور کوئی راہ نما نظر نہیں آتا۔ اور خدا تعالےٰ کے کلام میں جو مضبوط دلائل اس بارے میں دیئے گئے ہیں وہ اس قدر شافی اور کافی ہیں کہ اگر صدق دل اور نیک نیتی سے ان پر غور کیا جائے تو سینکڑوں دلائل میں سے ایک دلیل ہی وجود الٰہی کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

* اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کو ایک ایسے نور اور روشنی سے مثال دی ہے جو کسی بھی بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ راست پر لانے کے لئے اور اس کو اپنے وجود سے مکمل طور پر باخبر کرنے کے لئے براہین اور دلائل کے ساتھ گمراہیوں اور اندھیروں سے نکال سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں ہے جو کلام پاک کو چھوڑ کر خدا تعالےٰ کے وجود سے اس درجہ قائل کر سکے جتنا قرآنی علوم کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کا طلبگار ہو سلامتی کی راہوں کی طرف۔ اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔" (المائدہ ۱۵۔ ۱۶)

* اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنے وجود کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح پیش کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر دیکھنے والی آنکھ ہو اور قبول کرنے والا دل ہو تو کائنات کی ہر چیز پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمارا ایک خالق ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ جیسے اس نے فرمایا ہے۔

"آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح کے ترانے گا رہی ہے مگر تم ان کی تسبیحوں کو سمجھ نہیں پاتے۔"

(بنی اسرائیل۔ ۴۴)

وجود باری تعالےٰ کے برحق ہونے کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیات بیّنات سے چند براہین بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ارض و سما کی تسخیر:۔

حضرت مسیح ابنِ مریمؑ کا قول ہے کہ:

"مانگنے والوں کو دیا جاتا اور کھٹکھٹانے والوں کے لئے کھولا جاتا ہے۔"

اگر ہم کائنات میں غور کریں تو ہمیں نظر آئیگا کہ تمام بلندیاں اور پستیاں، تمام سمندر اور تمام خشکیاں۔ زمین و آسمان خدا کی توحید اور اس کی عظمت اور جلال کے مظہر ہیں۔ اور ان تمام میں اس کے موجود ہونے کے واضح نشانات اور علامات پائی جاتی ہیں۔ وہ فرماتا ہے:

"کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کون ہے جس نے تمہارے لئے تمام زمین و آسمان کو مسخر کیا ہوا ہے۔"

(لقمان۔ ۲۰)

(۲) کائنات کی حسنِ تخلیق

نظامِ کائنات اور اس کے حسن نظم اور بہترین ترتیب کو اللہ تعالےٰ نے اپنے وجود کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے کہ نظام کو اس خوبصورتی اور حسن سے سوائے ایک بلند و بالا ذات الٰہی کے اور کون چلا سکتا اور قائم رکھ سکتا ہے ارض و سما اور بحر و بر میں تمام اشیاء کو جس خوبصورتی سے ایک سلک میں منسلک کر کے اور ایک متحدہ نظام میں پرو کر رکھا گیا ہے وہ سوائے اس بلند و بالا ہستی کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں کرتے کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا ہے اور مزین کیا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اور زمین کو دیکھو ہم نے اسے کیسے پھیلایا ہے اور اس میں ہر چیز کے خوبصورت جوڑے پیدا کئے ہیں۔ یہ نصیحت اور بصیرت کی باتیں ہیں ہر مان لینے والے بندے کے لئے اور پھر ہم نے آسمان سے برکتوں والا پانی نازل کیا ہے اور پھر ہم نے اس سے باغات اور دانوں کو اگایا ہے۔" (ق۔ ۷۔ ۱۰)

(۳) قیامِ زندگی کے لئے حسنِ انتظام

اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات اور مخلوق کی زندگی اور بقائے حیات کے لئے جو نظم و نسق کر رکھا ہے اسے اپنے وجود کے لئے بطور ثبوت کے پیش کیا ہے۔ کہ یہی نہیں کہ ہم نے زمین و آسمان انسان و حیوان اور چرند پرند کو پیدا ہی کیا ہے بلکہ ان کے زندہ رہنے کے سامان بھی کئے ہیں۔ وہ فرماتا

ہے :-

"پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے پر غور کرے کہ کس طرح ہم نے
بے اندازہ پانی بہایا ہے۔ پھر ہم نے زمین کو شق کیا ہے اور اس میں
سے دانہ کو اگایا ہے اور انگور اور قضب (جڑی بوٹیاں) زیتون اور
کھجور۔ گھنے باغات اور بکثرت پھل پیدا کئے ہیں۔ یہ سب تمہارے
اور تمہارے جانوروں کے فائدہ اور زندگی کے لئے ہی کیا گیا ہے۔"

(عبس ۲۴-۳۲)

۴- لیل و نہار اور بارش اور بادل کا نظام

رات کے بعد دن اور اندھیرے کے بعد اُجالا اور سمندر سے بخارات کو اٹھا کر بلندیوں پر جمع کرنا اور پانی کو منجمد کر کے پہاڑوں پر محفوظ کرنا اور انسانی ضروریات کے مطابق اس کی زندگی اور مردہ زمینوں کو ہریالی بخشنے کے لئے اس کی تقسیم کے نظام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بطور گواہ کے رکھا ہے۔ مگر ان تمام امور کو سمجھنے کے لئے فرمایا ہے کہ ان میں عبرت کے نشانات ہیں صرف ان لوگوں کے لئے جو بصیرت رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے :-

"کیا تم نے غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو اٹھاتا ہے۔ پھر ان کو آپس میں جمع کرتا ہے اور ان کو اکٹھا کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے باران رحمت کو برساتا ہے اور اس میں بعض کو بھیج دیتا ہے اور کچھ حصہ کو محفوظ رکھ لیتا ہے اور اس کی بجلی کی چونکا دینے والی چمک ایسی ہوتی ہے کہ آنکھوں کی روشنی لے جائے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ رات اور دن کو آگے پیچھے لاتا ہے۔ ان تمام باتوں میں اصحاب بصیرت کے لئے عبرت کے نشانات موجود ہیں۔"

(النور ۴۳ - ۴۴)

۵- ابتدائے خلق اور نشاۃ ثانیہ کا تسلسل

اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں نیست سے ہست میں لا کر انسان کی ابتدا کی اور پھر اس کی زندگی کے لئے تمام نظام کو بنایا اور اس اشرف المخلوقات کے لئے ہر چیز کو تابعدار کیا اور پھر اس نظام انسانی کو آگے چلانے کے لئے نسل انسانی کا نظام جاری کیا۔ صرف یہی نہیں کہ ہمیں اس نے پیدا کر دیا ہے بلکہ اس نے ہم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ عقل سلیم عطا کی۔ فطرت الٰہی پر ہماری بنیاد رکھی۔ نظر اور بصیرت عطا کی اور ان تمام چیزوں سے کام لے کر وجود باری تعالیٰ پر شاہد اور گواہ چیزوں کو سامنے لا کر ہمارے لئے عبرت کے سامان فرمائے وہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ

"انسان سے کہہ دے کہ زمین میں چلو پھرو اور غور و فکر سے کام لو کہ کس طرح اس ذاتِ واحد نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی نشاۃ ثانیہ میں اسکو پھیلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (العنکبوت ۲۰)

۶- مُردہ اور خشک زمینوں کے لئے زندگی کے سامان

جو زمینیں خشک اور بنجر ہو جاتی ہیں اور جہاں کوئی چیز پھل۔ پھول۔ کھیتی اور درختوں کے آثار نہیں رہتے ان کو صرف اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک ذات اپنے فضل سے زندگی بخشتی ہے اور ایسے ہی اگر اسے روحانی طور پر مراد لیا جائے تو جو لوگ خدا سے دور ہو جاتے یا اس کے نافرمان ہو جاتے ہیں انہیں زندگی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں کو بھیج کر ان کو زندہ کرتا ہے۔ اور پھر اسی بنجر اور خشک قوموں میں سے بہت بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگوں کو پیدا کرتا ہے۔ اور وہی لوگ جو توحید کے اعتبار سے بہت گر جاتے ہیں اور پتھروں کے بُت بنا کر انہیں پوجتے ہیں ان قوموں میں ابراہیم پیدا کرتا ہے جو ان بتوں کو توڑ کر خدائے واحد کی توحید کو پھر سے قائم کرتے ہیں۔ اور پاک افراد پر مشتمل ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے اس نے فرمایا ہے :-

"اور تو نے غور کیا ہے کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو ہم آسمانی بارش نازل کرتے ہیں جس سے وہ پھر سے زندہ اور تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ہر نوع کے خوبصورت پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ یہ محض اس لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے اور وہی مُردوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

(الحج ۵-۶)

۷- افلاک کی بلندیوں میں پرندوں کا قیام

طیور کی اڑانوں اور ان کا بلندیوں میں قیام کرنا۔ پرے کے پرے باندھ کر ہواؤں میں سفر کرنا۔ اور کئی کئی دن تک محض کھلے آسمان میں قیام کرنا اور ہواؤں میں ہزارہا میلوں کا سفر کر کے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا۔ اس فضائی مخلوق کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے وجود اور ہستی کے لئے شاہد کے طور پر پیش کیا ہے کہ اور کون ہے کہ جو اس تمام نقل و حمل اور سفر اور حضر کا ذمہ دار ہے انہیں ایک نظام میں منسلک کرنے والی صرف وہ واحد اور یگانہ ہستی ہے جو اس کائنات کا بادشاہ ہے اور عالمین کی ربوبیت اور تخلیق کا واحد مالک ہے۔ فرماتا ہے :-

"کیا انہوں نے کبھی پرندوں کی طرف غور کیا ہے جو ان کے اوپر صفیں باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہیں فضا میں رکے ہوتے ہیں سوائے رحمان کے انہیں وہاں کون روک سکتا ہے۔ یقیناً اسے ہر چیز کی بصیرت حاصل ہے۔" (الملک ۱۹)

۸- تمام کائنات کا سربسجود ہونا

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ :-

"اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ان دونوں میں خرابی پیدا ہو جاتی۔"

جب تمام نظام نہایت حسن اور خوبصورتی اور نظم و ضبط سے جاری اور ساری ہے اور نظام میں کسی جگہ بھی جھول نہیں ہے اور ہزارہا سال سے صدیوں سے یہ نظام اسی طریق پر چلا آ رہا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا چلانے والا واحد لاشریک ہے۔

قرآن کریم میں سجدہ کرنے سے مراد بہت جگہ پر اطاعت و فرمانبرداری

لی گئی ہے ۔ جیسے فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو ۔ جبکہ سجدہ تو غیر اللہ کو روا نہیں ہے ۔ وہاں بھی اطاعت اور فرمانبرداری مراد ہے ۔ ایسے ہی نظام ارضی و سماوی کی تمام چیزوں کا خداتعالیٰ کے حکم کے تحت چلنا اور ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہونا اسے بھی سربسجود ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر ان کا سجدہ تو اپنے خالق کو ہے جس کو سجدہ کرنے کے لئے تمام کائنات پیدا کی گئی ہے ۔ فرمایا ہے !

"کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جس کو ہر وہ چیز سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے ۔ اور سورج، اور چاند ستارے، پہاڑ، درخت ۔ چوپائے اور لوگوں میں سے اکثریت ۔"
(الحج ۱۸)

۹ - نظام ارضی و سماوی کا مضبوطی سے قائم رہنا

ایک شاعر نے کہا ہے :-

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے + اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

کہ اگر خداتعالیٰ کے انبیاء اور رسل نہ بھی آتے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وجود کے برحق ہونے پر طلوع فجر ہی کافی تھی ۔ کہ اس میں بھی اصحاب نظر کے لئے نشان موجود ہوتا ہے کہ کس طرح اندھیروں اور ظلمات کو دور کرکے خداتعالیٰ نور اور روشنی کو نمودار کرتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار آثار ظاہرہ کو اپنے وجود کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ ہر انسان کی سمجھ میں آجانے والی بات ہے جب کسی راہ سے قافلہ گذرتا ہے تو اس کے نشانات اور آثار بتلاتے ہیں کہ "ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ۔" اور قافلہ کے آثار سے ان کی سواریوں اور جانوروں تک کی نشاندہی ہو جاتی ہے ۔ اور اب تو لوگ قدموں کے نشانات سے گذرنے والے کا حلیہ ۔ قد ۔ وزن ۔ طرز فکر ۔ قومیت اور نسل تک کا پتہ لگا لیتے ہیں ۔ تو کیا اس قدر وسیع نظام ارضی و سماوی کے آثار سے تمام کائنات پر سایہ کئے ہوئے آسمان ۔ وسیع زمین ۔ موج در موج سمندروں ۔ دریاؤں ۔ پہاڑوں کے آثار سے ان کے پیدا کرنے والے کے وجود کی نشاندہی نہیں ہو سکتی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

"وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے روک رکھا ہے اور اگر وہ دونوں گر جاویں تو خدا کے سوا انہیں کون روک سکتا ہے ۔" (فاطر ۴۱)

اور فرمایا :-

"آسمان کے زمین پر گر جانے سے خدا نے ہی روک رکھا ہے ۔"

۱۰ - کلٌّ فی فلکٍ یسبحون

افلاک میں تیرنے والے سیاروں کو اس رنگ میں اپنے وجود کے برحق ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے کہ ہر کوئی اپنے دائرہ میں مصروف عمل ہے اور ستاروں کا نظام، نظام شمسی، نظام قمری اپنے اپنے حلقہ اور دائرہ میں خدا کے حکم سے مقرر کئے گئے ہیں ۔ کوئی بھی دوسرے کے دائرہ عمل میں مخل نہیں ہوتا ۔ باوجود اسکے کہ آسمان میں اس قدر ستارے ہیں جس قدر صحراؤں میں ریت کے ذرّے ہیں اسکے باوجود سب اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ اپنے خالق کے مقرر کردہ راستوں اور جہتوں محو سفر ہیں ۔ اور جو جو راستے، حلقے، دائرے، سمتیں اور اطراف ان کے لئے معین و مقرر کی گئی ہیں ان سے وہ باہر نہیں آتے ۔ خداتعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

"سورج سے ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ وہ چاند میں دخل اندازی کرے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھے گی ۔ سب اپنے اپنے حلقہ میں سفر کرتے ہیں ۔"
(یٰسٓ ۴۰)

چونکہ یہاں دائروں میں گھومنے کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کسی کا یہ نکتہ بھی عجیب نہیں ہے کہ "کل" فی فلک" کو اگر الٹا کر کے پڑھا جائے تو "کل" فی فلک ہی بنتا ہے ۔ مگر ہمارا مقصد بیان کرنے سے صرف یہ ہے کہ قادر مطلق اور واحد و یگانہ ہستی نے اپنی قدرت سے ہی ان کو ایسی سمتیں بخشی ہیں کہ خلل اندازی کا امکان نہیں ہے ۔ اور ان سب کی باگ ڈور اور اس نظام کی لگام اسی کے ہاتھ میں ہے ۔

۱۱ - نظام کائنات میں تفاوت اور فطور کا نہ ہونا

جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے ایسے ہی طلوع شمس ۔ ظہور قمر اور انوار نجوم کا نظام چلا آرہا ہے اس حسن نظام اور پروگرام کی خوبصورتی اور ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے گواہ بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ صدیوں سے یہ نظام ایک ہی رنگ میں قائم ہے ان کی ہم رنگی اور ان کا قیام اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کا کوئی خالق ہے ۔ ان کا کوئی مالک ہے ان کو چلانے والی ایک ہستی ہے ۔ اور لاکھ نظر دوڑالو اس نظام میں کوئی جھول کوئی خرابی کوئی کمی کوئی نقص نظر نہیں آئے گا ۔ وہ فرماتا ہے :-

"تجھے کبھی بھی رحمٰن کی پیدا کردہ طاقتوں میں کوئی تفاوت نظر نہ آئیگا تو ذرا غور سے اپنی نظر کو دوڑا کیا تجھے اس میں کوئی کمی یا زیادتی نظر آتی ہے پھر بار دگر اپنی نظر کو پھیر کر دیکھ تیری نظر تھک کر تیرے پاس لوٹ آئے گی ۔"

(الملک - ۴)

اخبار احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں ۔ احباب سلسلہ حضرت کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں ۔

باہتمام الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر ؛ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۵ - اپریل ۱۹۸۴ء ، جلد ۷۱ شمارہ ۱۷